FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

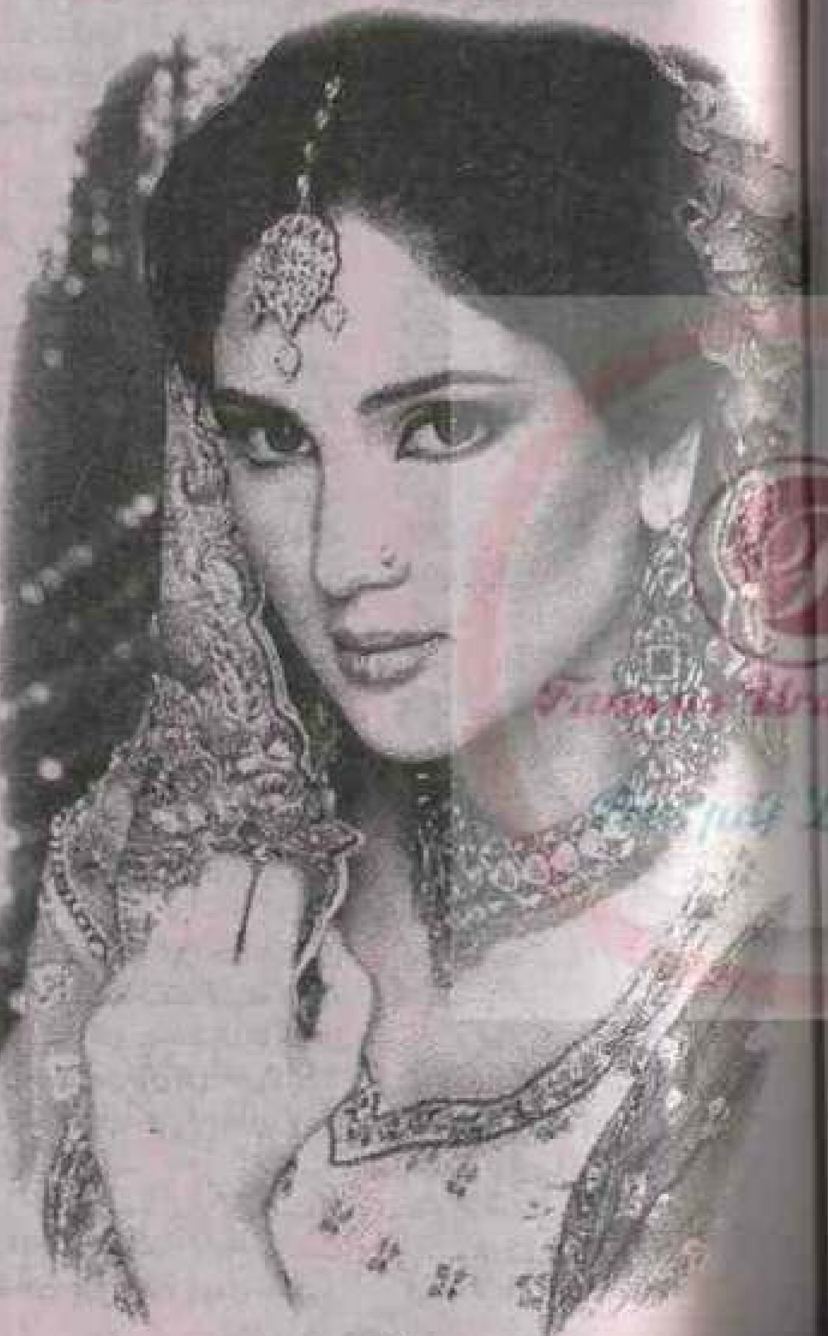

محبت لامحدود ٹھہری

کنول ریاض

"کرم داد..... او کرم داد..... کدھر مر گیا ہے.....؟" چوہدری صاحب کی تیز آواز پر کرم داد دوڑتا دوڑتا پاس آیا۔

"جی سائیں حکم!" دونوں ہاتھ جوڑتے وہ چوہدری جی سے مخاطب ہوا۔

"اوئے کدھر تھا کمبخت، کب سے آوازیں دے رہا ہوں۔" چوہدری جی نے بگڑتے ہوئے کہا۔

"وہ سائیں اندر تھا، روٹی پانی دینے گیا تھا۔" کرم داد نے چوہدری جی کی ناراضگی محسوس کرتے دور سامنے بنے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا حال ہے اب اس کا، قابو میں آیا کہ نہیں۔" گہری نظروں سے دیکھتے چوہدری صاحب کے سوال پر کرم داد نے ایک بار پھر سے ہاتھ باندھے۔

"اکڑ تو بہت تھا سائیں پر اب آہستہ آہستہ قابو میں آ رہا ہے، پر سائیں بندہ بڑا اکڑی دار لگتا ہے، کل فجرو کے ساتھ تو اچھی خاصی ہاتھا پائی ہو گئی اس کی اسی لئے آج میں خود روٹی دینے گیا تھا۔" کرم داد نے ایک اور اطلاع دی۔

"اوئے تجھے پہلے بھی کہا تھا کہ اس کے کھانے میں نیند کی دوا ملا دیا کر۔" چوہدری جی نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

"کھاتا تو تب ہی ہے جب بے حد بھوک لگتی ہے ورنہ بھوکا پیاسا بیٹھا رہتا ہے۔"

مکمل ناول

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"چلو خیر جتنے دن اڑی کرے گا، یہاں تو بڑے بڑے جی دار آ کر سدھر گئے ہیں یہ تو پھر بڑا پرامن بندہ ہے، لڑائی جھگڑے سے کوسوں دور رہنے والا۔" چوہدری صاحب نے سن کر رائے دی۔

"آپ بہتر جانتے ہو سائیں۔" کرم داد نے نظریں جھکائے کہا۔

"چلو خیر بڑا دھیان رکھنا اس کا مصیبت تو یہ ہے کہ بندہ اس پہ ہاتھ بھی نہیں اٹھا سکتا اور دیکھو، حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں اس کا ہر حال میں زندہ سلامت رکھنا ہے سمجھے، ابھی تو خیر اس کا ہونا نہ ہونا وچھلوں کے لئے برابر ہی ہے لیکن ہاتھی مرا ہوا بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے سمجھے، شاید کبھی کھوٹے سکے کی طرح کام آ ہی جائے، کوشش کرو کسی سے ہمارا کم سے کم واسطہ اور اس کو جذباتی طور پر بلیک میل کرو، اس کی بیوی اور بچی مارنے کی دھمکی دینا جب قابو سے باہر ہوتا نظر آئے، خود تو شاید مرنا بھی پسند کرے لیکن کبھی بھی یہ نہیں چاہے گا کہ اس کی پسندیدہ ہستیاں مشکل کا شکار ہوں۔" چوہدری جی نے بات کے اختتام پہ کرم داد کو کافی گہری بات بتائی تھی، جبھی وہ مسلسل سر ہلاتا چوہدری صاحب کی ہاں میں ہاں ملا رہا تھا۔

"چنگا فیر میں چلتا ہوں اور خبردار جو غلطی سے بھی تم لوگوں کے منہ سے بھی پتا لگا کہ اس کو اغوا کرنے والا کون ہے، ورنہ یاد رکھنا تم لوگوں کی اگلی سات نسلوں کو بھی نہیں بخشوں گا میں۔" چوہدری صاحب کی دھمکی پہ کرم داد کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔

"مر جائیں گے سائیں پر کبھی غلطی سے بھی آپ کا نام نہیں لیں گے۔" کرم داد نے لرزتے ہوئے یقین دہانی کروائی تو چوہدری صاحب سر ہلاتے اپنی جیپ کی طرف بڑھ گئے۔

☆☆☆

کمیشن کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنے لئے پولیس ڈیپارٹمنٹ چننے والے ان نوجوان لڑکوں میں اس بار ایک چھوڑ تین لڑکیاں شامل تھیں، یہ بات جہاں لڑکوں کے لئے [illegible] تھی وہیں ان کے لئے چیلنج بھی تھی، لیکن مسئلہ یہ تھا کہ ان میں سے دو کے ابا آرمی کے کرنل تھے اور تیسری کے ابا پولیس کمشنر، سو وہ تینوں پہلے ہی ذہنی و جسمانی طور پر ہر قسم کے مقابلے کے لئے تیار تھیں، ایسے میں اسفندیار اور فرحان وغیرہ کے لئے اس صورتحال کو قبول کرنا تھوڑا مشکل تھا اگرچہ اسفندیار اور فرحان دونوں کا تعلق [illegible] کریسی فیملی سے تھا مطلب یہ کہ ان کے خاندان میں بیورو کریٹس بھرے پڑے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ دونوں وڈیرا شاہی نظام کی پیداوار تھے ایسے میں اول تو لڑکیوں کا پولیس ڈیپارٹمنٹ چننا ہی انہیں ہضم نہیں ہو رہا تھا اوپر سے [illegible] کی سطح پر جسمانی ٹریننگ لینا اور برابر کی چوٹ ان جیسے میل شاونزم پر آسانی سے نہیں [illegible] تھے، جبھی ہر ہر قدم پہ ان کی نوک جھونک عروہ اور ایمن سے چلتی رہتی تھی، یہ الگ بات کہ [illegible] حسنیٰ کمانڈو چوتی اور آج بھی شاید ان کے ستارے گردش میں تھے جبھی تو ہر قدم میں پھر ان سے [illegible] کا بیٹھے۔

"ویسے مس عروہ آپ کو نہیں لگا کہ آپ نے غلط ڈیپارٹمنٹ چنا ہے۔" ٹریننگ کے چوتھے دن گھما پھرا کے بالآخر کوئی بیسویں دفعہ یہ سوال کیا گیا تھا، یہ الگ بات کہ کل ملا کر تینوں سے پوچھے تعداد بیس ہی تھی، حنا اور ایمن تو کافی کرارے جواب دیتی تھیں لیکن عروہ خاصی تحمل تھی اور اکثر اس قسم کے فضول سوال ان سنا کر

دیتی لیکن آج شاید اس کا صبر بھی جواب دے گیا تھا، جبھی ہاتھ میں پکڑا چمچ واپس پلیٹ میں رکھتے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے اس نے جانچتی نظروں سے اسفندیار کو دیکھا۔

"مسٹر اسفندیار چوہدری آپ کو کیسے یقین دلایا جائے کہ ڈیپارٹمنٹ کی سلیکشن کا فیصلہ درست تھا؟" سخت لہجے میں کی گئی بات اور عروہ کے انداز پر اسفندیار نے تیکھی نگاہ سے گھورا۔

"یقین دلانے کی کیا بات ہے یہ تو صاف ظاہر ہے کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ میں صرف دماغی طور پر حاضر اور لائق فائق ہونا ضروری نہیں بلکہ جسمانی طاقت اور بہادری کا مظاہرہ بھی اہمیت رکھتا ہے، بندوق اٹھا کر چلانے کی ٹریننگ لینا الگ بات ہے لیکن اگر کبھی سچے خطرناک غنڈوں سے مقابلہ کرنا پڑ گیا تو ایک جھٹکے کی مار ہوں گی آپ [illegible]۔"

اسفندیار کا لہجہ کافی تلخ ہو گیا تھا ایمن اور حنا کی [illegible] چلتی زبان کے برعکس عروہ کا محتاط اور [illegible] لہجہ اسفندیار کو [illegible] کرنے لگا تھا اور شاید دل میں کوئی جذبہ بھی پروان چڑھ رہا تھا [illegible] عروہ احمد کی [illegible] رکھے بغیر اس سے [illegible] اور اب جب کہ عروہ نے کوئی لحاظ [illegible] وہ بھی مصلحت کے تقاضوں کو نظر انداز کرتا میدان میں کود پڑا۔

"یوں بات تو آپ کی ٹھیک ہے لیکن وہ کیا ہے کہ آپ کا واسطہ اب تک جن لڑکیوں سے پڑا ہے وہ ضرور چھوئی موئی سی ہوں گی لیکن میں [illegible] منفرد عادات کی مالک ہوں، آپ چاہیں تو آزما سکتے ہیں؟" موبائل پر پڑی نادیدہ گرد جھاڑتے اس نے گویا اسفندیار کو چیلنج کیا تھا۔

"او ہو ویری سٹرینج، لیکن مس افسوس میں آپ کی آزمائش کر نہیں سکتا کیونکہ میرا خیال ہے کہ آپ مقابل کے پہلے وار کو بھی برداشت نہیں کر پائیں گی اور اپنی ہڈیاں تڑوا بیٹھیں گی۔"

اسفندیار نے جتا اٹھائے لہجے میں کہا انداز ایسا تھا گویا کہ عروہ کو طیش دلانا چاہتا ہو، لیکن سامنے بیٹھی عروہ ابھی کوئی جواب بھی نہ دے پائی تھی کہ عباس حیدر جو کافی دیر سے یہ سب برداشت کر رہا تھا بول اٹھا۔

"اسٹاپ اٹ اسفند، بہت ہو گیا، ہم سب ایجوکیٹڈ ہیں اور سب ہی ایک سخت امتحان پاس کر کے یہاں تک پہنچے ہیں ایسے میں مرد و عورت کی تخصیص چہ معنی دارد؟ ہمیں ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کا احترام کرنا چاہیے اور ان لیڈیز کو تو زیادہ عزت دینی چاہیے کہ وہ ایک اہم مقصد لے کر اس فیلڈ میں آئی ہیں اور تم لوگ انہیں بجائے خوش آمدید کہنے کے ان کی مورل سپورٹ بڑھانے کے الٹا ان کے حوصلے پست کرنا چاہ رہے ہو۔" عباس حیدر کے خفگی بھرے لہجے پہ اسفندیار ابھی کوئی رد عمل ظاہر نہ کر سکا تھا کہ حنا بول پڑی۔

"ارے نہیں نہیں مسٹر حیدر، یہ بالکل حق بجانب ہیں اب دیکھیں ناں اتنے [illegible] امتحان کو پاس کر کے اور اتنی مہنگی سرکاری ٹریننگ کے بعد اگر ہم لوگ غنڈوں کے ڈر سے میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں تو یہ تو بہت غلط بات ہے، ظاہر ہے ایسے میں اسفند جیسے لوگ کہیں گے کہ دیکھا ہم ٹھیک کہتے تھے اگر یہاں لڑکے ہوتے تو کبھی ہار نہ مانتے، اب اس بات کو غلط ثابت کرنے کے لئے ہمیں اپنی قابلیت تو دکھانی پڑے گی ناں؟"

"بالکل اسی لئے تو مسٹر اسفند میں نے آپ سے کہا ہے کہ آپ آزما کر [illegible] پنجہ لڑانے سے لے کر کشتی لڑنے تک جو جسمانی طاقت آپ آزمانا چاہیں۔" لہجہ اور چہرے جاتے عروہ نے پھر

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

… اسفند … اور وہ کچھ …

کہیں دبی دبی مسکراہٹیں کھلیں تو بعض لوگ جہاں حیدر جیسے بھی تھے جنہوں نے رنج اور خفگی کی ملی جلی کیفیات کے ساتھ عروہ احمد کو گھورا تھا، بھلا لڑکیوں کو کہاں زیب دیتا ہے اس طرح کے الفاظ وہ بھی لڑکوں سے مقابلے کے لیے کہنا۔۔۔؟ ان کی سوچ شاید ان کے چہروں سے جھلکی تھی جبھی ایمن نے بغور ان کے چہروں پہ نظر دوڑاتے الفاظ ذہن میں ترتیب دیے۔

"ویل کالز شاید آپ کو کشتی لڑنا کا لفظ نامناسب محسوس ہوا ہو لیکن جس ڈیپارٹمنٹ کا انتخاب ہم لوگوں نے کیا ہے وہاں کے مجرم اس بات سے نا آشنا ہیں کہ اگر آفیسر ایک لڑکی ہو تو اس پہ ہاتھ نہیں اٹھانا، اب ظاہر ہے وہ خود کو ہمارے حوالے کرنے سے تو رہے اور انہیں پکڑنے کے لیے ہمیں ان سے لڑائی تو کرنا ہی پڑے گی خواہ وہ کسی بھی قسم کی ہو۔"

ایمن کی بات نے اتنا اثر نہیں کیا تھا کیونکہ سب لوگ اس بات کو بھول بھال اسفند یار کو عروہ کے سامنے کرسی سنبھالتا دیکھ چکے تھے اور کسی کے کچھ بھی کہنے سے پہلے عروہ نے اپنی کہنی میز پہ رکھ کر مقابلے کا آغاز کیا، اسفند کے ہاتھ نے ایک پل کو عروہ کا ہاتھ تھاما اور دوسرے لمحے اسے جھٹکا دے کر گرانا چاہا، لیکن یہ اس کی بھول تھی، اسفند کے ہاتھ کی گرفت بھی پڑتے ہی عروہ نے ایک خاص زاویے سے جھٹکا دیا اور اسفند یار چوہدری گویا چاروں شانے چت پڑا تھا، وہ جو ڈیپارٹمنٹ کا سب سے سخت جان آفیسر بن کر سامنے آنے والا تھا یوں۔۔۔ ہار گیا۔۔۔؟

"Unblive able ---- o

God" (ناقابل یقین)

"Great"

… کیا بات ہے … ایک …

دو میٹھی ہنسی ابھرے تھے، جو جہاں عروہ چہرے پہ مسکراہٹ کھلانے کا سبب بنے تھے وہیں اسفند کے چہرے کے نقوش تن گئے تھے۔

"Please don,t mind
…s asfand its just friendly
bet."

"اسفند پلیز ناراض مت ہونا یہ صرف ایک دوستانہ شرط تھی۔" عروہ نے اسفند کو کرسی سے …

"عروہ نے شرط جیت کر ثابت کیا ہے کہ لڑکیاں لڑکوں سے کسی طور کم نہیں ہیں اب آپ بھی یہ ثابت کریں گے کہ آپ اس بات کو مسئلہ نہیں بنائیں گے خاص طور سے ایک … سے ہارنے کو کیونکہ اگر آپ اپنے … کولیگ سے ہارتے تو آپ شاید اس بات کو … نہ کرتے۔" حنا نے اسفند کے … دیکھتے فوراً سے پیشتر معاملہ تدبیر … اس کی بات سن کر اسفند یار کے … مسکراہٹ ابھر گئی۔

"مس حنا آپ نے تو فرار کی … کوشش میں مدد کروں گی لیکن خیر بات … بالکل سچ ہے، میں اپنے گزشتہ دنوں … واپس لیتا ہوں، واقعی عروہ نے ثابت کر دیا اس ڈیپارٹمنٹ میں آنے والی لڑکیاں … لڑکیوں سے بہت مختلف ہیں لیکن مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آرہی کہ یہ ہوا کیسے؟" اسفند نے سوچ کو الفاظ کا پیرہن اوڑھا ہی دیا۔

"عروہ بلیک بیلٹ ہے مسٹر چوہدری … اور میں بھی۔" ایمن نے ان سب کی حیرانگی … کرنا چاہی۔

"اچھا۔۔۔ تبھی آپ کشتی لڑنے کی بات … اتنے آرام سے کہہ رہی تھیں جیسے لوڈو …

بوٹ دے رہی ہوں۔" فرحان نے … میں کہا تو سب کے قہقہے ابل پڑے۔

☆☆☆

"اسوہ، چندا تھوڑا سا کھا لو بیٹا، ایسے تو تم خود کو بیمار کر لوگی۔" خدیجہ بیگم نے اپنی آنکھوں میں آئے آنسو اندر اتارتے اسوہ کو پکارا۔

"امی۔۔۔ بابا۔۔۔" رو رو کر لال انگارہ آنکھوں سے پھر سے چشمے پھوٹ پڑے۔

"نہ میری بچی، یوں رو رو کر خود کو ہلکان مت کرو، بس اللہ سے دعا کرو کہ تمہارے بابا ٹھیک ہوں اور جلد گھر واپس آجائیں۔" خدیجہ بیگم نے اسوہ کو بانہوں میں بھرتے دلاسہ دیا۔

"کب آئیں گے بابا، ایک ماہ ہو گیا ہے انہیں گئے ہوئے، لیکن ابھی تک ان کی کوئی اطلاع نہیں ہے۔"

"آجائیں گے بیٹا، انشاء اللہ جلدی آجائیں گے تمہارے تایا ابو اسی سلسلے میں کام کر رہے ہیں اور کل بھی بڑے بھائی صاحب کہہ رہے تھے کہ پولیس میں رپورٹ درج کروائی ہوئی لیکن وہ خود بھی اپنے کارندوں کے ہمراہ تمہارے بابا کو تلاش کر رہے ہیں جیسے ہی کوئی سراغ ملا وہ ضرور تمہارے بابا تک پہنچ جائیں گے۔" خدیجہ بیگم نے اس کے آنسو پونچھے اور پھر کھانے کی ٹرے اس کے سامنے رکھی۔

"چلو شاباش جلدی سے کھانا کھاؤ، تمہارے بابا آگئے تو مجھ سے ناراض ہوں گے کہ میری اتنی پیاری بیٹی کو کیوں اتنا کمزور کر دیا ہے۔" اپنے ہاتھ سے نوالے بنا بنا کر اسوہ کے منہ میں ڈالتے ہوئے محبت اور فکرمندی سے اسے دیکھے گئیں۔

"آپ کہاں ہیں احمد، کوئی سراغ نہیں آپ کا، میں کیسے … آپ کی بیٹی کو دشمنوں سے بچا رہی ہوں اور دشمن بھی وہ جو قتل کر کے بھی نہیں کر

رہے ان خطاب وہ چہروں میں سے کیسے میں شناخت کر سکتی ہوں آپ کے مجرم کو۔۔۔ نہ تاوان کا مطالبہ اور نہ کوئی اور مانگ۔۔۔؟" اپنی سوچوں میں بری طرح غرق وہ احمد حسن کے اچانک غائب ہونے کی وجہ تلاش کر رہی تھیں کہ ملازمہ دروازہ بجا کر اندر داخل ہوئی۔

"بی بی جی، چھوٹی بی بی کا فون ہے۔" ہاتھ میں پکڑا کارڈلیس اس نے خدیجہ کی طرف بڑھانا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی اسوہ نے پکڑ لیا اور کان سے لگا کر دوسری طرف موجود ہستی سے بات کرنے لگی، دوسری طرف اس کی دوست سندس تھی، جلدی بات چیت ختم کر کے اس نے فون واپس ملازمہ کو تھما دیا۔

"کون تھی؟" خدیجہ بیگم نے اسوہ کے ستے ہوئے چہرے پہ نظریں جمائے ہوئے کہا۔

"سندس تھی بتا رہی تھی کہ کل سے فرسٹ ایئر کی کلاسز شروع ہو جائیں گی۔" دھیمے لہجے میں اسوہ نے خدیجہ بیگم کو بتایا اسے اس دم اپنے بابا بہت شدت سے یاد آئے تھے، انہیں کتنا شوق تھا اسوہ کو … سارا پڑھانے کا اور اپنے اغواء سے تین دن پہلے ہی وہ اسوہ کا داخلہ قریبی کالج میں کروا کر آئے تھے۔

"چلو یہ اچھی بات ہے اس طرح سے تمہارا دل بھی بہل جائے گا، اب اٹھو اور کالج جانے کی تیاری کرو، تمہارے بابا بھی انشاء اللہ جلد ہمارے ساتھ ہوں گے۔" اُم اسوہ کو تیار ہونے کا کہتے آخر میں انہوں نے دلاسہ دیا اور باہر جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

☆☆☆

فزیکل ٹریننگ کے بعد اب سائیکالوجیکل ٹریننگ کا آغاز شروع ہو گیا تھا جس میں مجرموں سے اگلوانے کے لیے مختلف پوائنٹس بتائے اور

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

...جا رہے تھے جنہیں ٹریننگ میں دیا جا رہا پولیس فورس کے آزمائے ہوئے طریقوں کو اپنایا کیا جارہا تھا، تاکہ مزید بہتر نتائج حاصل ہو سکیں اور ٹریننگ کے اختتام تک وہ سب لوگ جو لاابالی اور کھلنڈرے معلوم ہوتے تھے یکدم ایک ذمہ دار اور فرض شناسی کے جذبے سے سرشار آفیسر بن کر ابھرے تھے، اختتامی دن کمشنر صاحب بذات خود تشریف لائے اور وہاں موجود آفیسر کو توصیفی کلمات کے ساتھ ان کی اسناد تقسیم کیں، ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اپنی تقریر میں ان سب کو اپنی ذمہ دارانہ سرگرمیوں کو اچھے انداز میں انجام دیتے رہنے پر زور دیا اور اس بات کا وعدہ لیا کہ وہ سب اپنے فرائض کی انجام دہی میں کسی بھی رکاوٹ کو درخوراعتنا نہیں جانیں گے خواہ اس کے لیے انہیں اپنی جان سے ہی کیوں نہ ہاتھ دھونا پڑے۔ تقریب کا اختتام ہلکی پھلکی ریفریشمنٹ کے ساتھ ہوا اور وہ سب ایک دوسرے کو گڈ لک کہتے الوداع ہونے لگے کیونکہ وہ سب سی ایس پی آفیسرز ہم منصب ضرور تھے لیکن سب کی تعیناتی پنجاب کے مختلف شہروں میں ہوئی تھی اور ایسے میں ان کا ملنا ملانا شاید سالوں میں ہوتا، لیکن بہرحال ہر ایک کے پاس آپس میں رابطے کے لیے موبائل کی سہولت موجود تھی جو نہ صرف آپس میں حال احوال پوچھنے کا ذریعہ تھا بلکہ مختلف کیسز میں ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرنے میں بھی معاون ہوتا۔

☆☆☆

"لیجیے گرلز منہ میٹھا کیجیے۔" ام اسوہ کو کالج آئے چوتھا روز تھا جب کلاس کے اختتام پر فرداً فرداً ہر ایک کے سامنے ماہا نے مٹھائی کا ڈبہ کیا، سندس ماہا کی کزن تھی یوں سندس کے ساتھ ام اسوہ بھی ان کے ساتھ تھی۔

"ارے واہ تمہاری منگنی ہو گئی ہے؟" روبی نے گلاب جامن اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"ارے نہیں یار، ابھی تو ایسا سوچنا بھی مت، مجھے ڈھیر سارا پڑھنا ہے پھر اس کے بعد جاب۔" ماہا نے فوراً سے پیشتر روبی کا خیال رد کر دیا۔

"تو پھر یہ مٹھائی کس خوشی میں کھلا رہی ہو؟" سندس نے برفی کا ٹکڑا منہ میں رکھتے پوچھا۔

"وہ میرے بڑے بھائی بطور سی ایس پی تعینات ہوئے ہیں ہمارے ہی شہر میں۔"

"واؤ۔۔۔" کئی لڑکیوں کے منہ سے بیک وقت توصیفی انداز میں نکلا۔

"سنو ماہا، وہ کیا ہے کہ میری اماں ابا ایف ایس سی کے بعد میری شادی کرنا چاہ رہی ہیں اور مجھے آفیسرز بڑے پسند ہیں آرمی آفیسر نہ سہی پولیس آفیسر ہی سہی، تم۔۔۔ تم اپنے بھائی کے ساتھ میری سیٹنگ کروا دو پلیز۔" مونا نے اپنے دوپٹے کا کونا انگلی پر مروڑتے شرمانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا، تو ماہا نے ایک زوردار دھپ اس کے کندھے پر رسید کی، جبکہ وہاں موجود لڑکیوں کے قہقہے ابل پڑے۔

"شرم کرو، میں عباس بھائی سے پورے دس برس چھوٹی ہوں اور اتنا ہی گیپ تمہارا بھی ہو گا۔" ماہا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں بلکہ بڑی عمر کے مرد اپنی بیویوں کی زیادہ کیئر کرتے ہیں۔" مونا کے ساتھ بیٹھی کبرا نے شرارت سے آنکھیں نچاتے ہوئے کہا۔

"کوئی نہیں جی، تمہیں اگر اتنا چاہ ہے تو تم ہی بن جاؤ ماہا کی بھابھی، میں اپنے فیصلے سے دستبردار ہوتی ہوں۔" ماہا کی ہمنوائی بات پہ شرم

کی ایکٹنگ چھوڑ چھاڑ مونا نے فوراً کبرا کو دیکھا اور اس کی اس بات پہ کبرا سمیت سب ہنس پڑی تھیں۔

"تم لوگ میری بھابھی کی فکر میں ہلکان مت ہو، اتنی زبردست لڑکیاں ان کے ساتھ ہی آفیسر بنی ہیں وہ یقیناً ان میں سے ہی کسی کو لائف پارٹنر کے طور پر چنیں گے۔" ماہا نے بات کے اختتام پہ اپنے بیگ میں سے البم نکالی، جس میں عباس حیدر کی ٹریننگ کے دوران اور اختتامی تقریب کی کئی تصاویر تھیں اور گروپ فوٹوز میں حنا، ایمن اور عروہ بھی اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ افروز تھیں، پولیس یونیفارم میں سنجیدگی اور وقار کے ساتھ کھڑے تمام آفیسرز ہی ایک خاص تاثر دیکھنے والے پر طاری کر رہے تھے اور یہی حال ان ینگ گرلز کا بھی تھا، جو ایک ایک منظر کو نہایت غور سے دیکھتے ہوئے اپنے ستائشی تبصرے بھی فرما رہی تھیں، ایسے میں ام اسوہ ہی تھی جو خاموشی سے ان کی باتیں سنتی دھیمی سی مسکان ہونٹوں پہ سجائے اس محفل میں خود کو حاضر رکھنے کی کوشش کر رہی تھی، بہت باتونی تو وہ پہلے بھی نہ تھی لیکن اس حادثے کے بعد مزید خاموش ہو گئی تھی، شروع دن سے اس کا یہی رویہ تھا جبھی گروپ کی باقی لڑکیوں نے اس بات کو محسوس نہ کیا تھا، رہی سندس تو وہ باقی لڑکیوں کی موجودگی میں اس بات کو زیادہ محسوس نہ کر پائی تھی۔

☆☆☆

"شیداں۔۔۔۔۔ اسوہ کو بلا لاؤ کھانے پہ۔" خدیجہ بیگم نے کھانا لگاتی شیداں کو مخاطب کیا۔

"بڑی بی بی میں نے چھوٹی بی بی جی کو پہلے ہی کہہ دیا تھا، وہ کپڑے بدل کر آرہی ہیں۔" پانی کے گلاس اور جگ رکھتے شیداں نے بتایا تو خدیجہ بیگم سر ہلاتی پلیٹ میں کھانا نکالنے لگیں۔

"اوہو امی، بڑی بھوک لگ رہی ہے آج تو میرے بغیر ہی کھانا شروع کر دیا۔" اندر داخل ہوتی اسوہ نے انہیں کھانا نکالتے دیکھ کر ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

"ارے نہیں بیٹا، یہ تو میں نے تمہارے لیے نکالا ہے، میں نے سوچا میری بچی کالج سے تھکی ہاری آئی ہو گی بھوک لگ رہی ہو گی۔"

"ٹھیک ہے امی، لیکن آپ تکلیف مت کیا کریں، میں خود اب نکال لیا کروں گی۔" اس نے محبت سے جواب دیتے پلیٹ اپنے سامنے کی۔

"کیسا رہا کالج میں دن تمہارا؟" خدیجہ بیگم نے کھانا کھاتے سرسری لہجے میں پوچھا، وہ روزانہ یوں ہی اس سے سارے دن کی روداد سنتی تھیں اور ام اسوہ بھی انہیں تفصیلاً ہر ایک بات بتاتی۔

"امی ماہا کے بھائی سی ایس پی تعینات ہوئے ہیں ہمارے ہی شہر میں۔" ام اسوہ نے پرسوچ انداز میں انہیں بتایا۔

"اچھی بات ہے۔" خدیجہ بیگم نے سر ہلاتے سرسری انداز میں کہا۔

"امی میں سوچ رہی تھی کہ ہم اگر ماہا کے بھائی سے بابا کے سلسلے میں بات کریں تو؟" اسوہ کی بات پہ خدیجہ بیگم نے جھٹکے سے سر اوپر اٹھایا اور اسوہ کو ساتھ لیے اپنے کمرے میں آگئیں۔

"آپ کو میں نے منع بھی کیا تھا اسوہ کہ اس ٹاپک پہ اب دوبارہ بات مت کرنا؟" انہوں نے تنبیہی انداز میں کہا۔

"امی میں نے کسی سے بات نہیں کی۔" اسوہ نے خفگی بھرے لہجے میں کہا اور اس کی خفگی کو خدیجہ بیگم نے بھی محسوس کر لیا تھا۔

"بیٹا میں نے آپ کو مصلحت کے تحت سے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ایسا تھا کہ تم کسی سے بھی اپنی کسی دوست کو بابا کے غائب ہونے کا مت بتانا، بیٹا ہم لوگ اس وقت دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں، ایسے میں مزید کسی اور مصیبت میں پڑنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔" انہوں نے رسان سے سمجھانا چاہا۔

"میری دوستوں سے ہمیں کیا خطرہ ہے امی۔" خدیجہ بیگم کی بات سے بھی اسوہ کی ناراضگی دور نہ ہوئی تھی۔

"بیٹا جیسے آپ ہر بات مجھ سے شیئر کرتی ہو ایسے ہی آپ کی دوستیں بھی گھر میں جا کر کرتی ہوں گی اور کب کسی کے کان میں پڑے کہ ہم دونوں ماں بیٹی اکیلی ہیں، تو ایسے میں بیٹا ایمان بدلتے دیر نہیں لگتی۔" خدیجہ بیگم کی بات پہ اسوہ نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

"ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا اسوہ، سوائے میرے کبھی کسی سے بھی کچھ بھی ڈسکس مت کرنا، اپنے اندر ایک اور دنیا بسا لو من کی من میں رکھنے والی، دنیا میں رہتے صرف دنیاداری کرو، دوسروں کی سنو اور ان سے متعلق ہی گفتگو دوسروں سے کرو، اپنی ذات اپنے گھریلو حالات ہم جیسے زمینداروں کو دوسروں سے نہیں ڈسکس کرنے چاہئیں، آبلہ پائی کے سفر میں کانٹوں بھری راہ گزر سے گریز ممکن نہیں بیٹا لیکن جہاں تک ہو سکے خود کو بچانے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے، اپنے اندر کے دکھ اور باتیں صرف اور صرف اس ذات باری سے کرو جو ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والا ہے جس نے ہمیں دولت اور زمین کی آزمائش میں ڈالا ہے، لوگوں کی نظر میں ہماری بے پناہ دولت اور زمینیں باعث رشک ہیں اور اکثر اس کی تمنا کرتے ہیں لیکن بیٹا کوئی ہم سے پوچھے، ہمارے لئے تو یہ سر پہ لٹکتی ننگی تلوار کی مانند ہیں جس کے ہر لمحہ گرنے کا خطرہ رہتا ہے اور ایسے میں جان کا بھی پرکھنے والا محاورہ ہم جیسوں پہ بھی صادق آتا جو حالت امن میں بھی اندرونی خانہ جنگی کا شکار ہیں۔" خدیجہ بیگم نے آنکھوں میں آئی نمی پونچھتے ہوئے ماما کو دیکھا تو جو بغور انہیں سن رہی تھی۔

"سوری امی میں نے آپ کو اداس کر دیا، میں نے پہلے بھی کبھی کسی کو کچھ نہیں بتایا اور آئندہ بھی کوشش کروں گی کہ کسی کو بھی کچھ نہ بتاؤں۔"

"ارے نہیں بیٹا، یہ دکھ تو ہمارے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے اسے تو ہر حال میں سہنا ہی ہے، اچھا سنو اپنے تایا کے سامنے مت ذکر کرنا اس بات کا کہ تمہاری دوست کا بھائی ایس پی ہے۔" خدیجہ بیگم نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"وہ کیوں؟" اسوہ ان کی بات کا مطلب نہ سمجھ پائی۔

"اسوہ میری جان مجھے شک ہے تمہارے تایا۔۔۔۔ نے ہی۔۔۔۔" خدیجہ بیگم سرگوشی میں بات کرتے ادھوری چھوڑ دی اور وہ ہکا بکا ان کی شکل دیکھنے لگی۔

"امی۔۔۔۔!" بمشکل اس کے منہ سے نکلا تھا، بے یقینی سے اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں اور اس کی کیفیت پہ خدیجہ بیگم سر ہلاتے رسان سے گویا ہوئیں۔

"میں نے کہا تھا نہ بیٹا، کسی پہ بھی اعتبار مت کرنا اور یہ تو دنیا کا دستور ہے اپنے ہی آستین کا سانپ ہوتے ہیں اور وہ تو پھر تمہارے [illegible] کے کزن ہیں، ایسے میں ان کا یقین کرنا مجھے تو بھی شک ہے کہ انہوں نے ابھی تک پولیس میں رپورٹ ہی درج نہیں کروائی، اگر ایسا ہوتا تو پولیس کی تفتیش کے لئے ہم سے رابطہ ضرور کرتی اور اگر پیشہ ور اغوا کار ہوتے تو تاوان کا مطالبہ کرتے۔" خدیجہ بیگم آج سارے راز افشا کر رہی

تھیں۔

"تو پھر تو ہمیں ضرور پولیس کو انفارم کرنا چاہیے۔" اسوہ کے کہنے پہ خدیجہ بیگم نے فوراً اس کے منہ پہ ہاتھ رکھا۔

"آہستہ، دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں بیٹا، رہی ملازمین کی وفاداریاں تو وہ یا تو تبدیل ہو چکی ہوں گی نہیں تو جلد ہی کروالی جائیں گی، اگر تمہارے تایا کو اس کی بھنک بھی مل گئی تو ہمیں بھی غائب کروا دیں گے یا پھر شاید مار دیں اور مجھ میں تمہیں کھونے کا حوصلہ نہیں ہے۔" اسوہ کو خود میں بھینچے گئے لہجے میں خدیجہ بیگم نے کہا۔

"اور بابا۔۔۔۔؟" اسوہ کے لہجے میں اندیشے تھے۔

"ابھی جلدی تو یہ کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے [illegible] مطالبات منوانے کے لئے زور ڈال [illegible] بس دعا کرو اور آئندہ گھر میں بھی محتاط رہنا ہے، اللہ ہم سب کو اس آزمائش میں سرخرو کرے۔" دھیرے دھیرے اسوہ کو تھپکتے انہوں نے خلوص دل سے دعا کی۔

☆☆☆

"السلام علیکم، ایوری ون کیا حال ہیں بھئی میری پرنسس (شہزادی) کے۔" ماما اور زاہدہ بیگم ٹی وی لاؤنج ہال میں بیٹھیں، کھانا کھا رہی تھیں جب عباس حیدر اندر داخل ہوا، ہاتھ میں پکڑی کیپ صوفے پہ رکھتے وہ فریش ہوتے واش روم کی طرف بڑھ گیا، وہیں پہ یونیفارم تبدیل کیے بغیر کھانے کے لئے بیٹھ رہتا اس کی بھوک کا مظاہرہ کر رہا تھا، جبھی زاہدہ بیگم نے فوراً اس کے سامنے کھانے کی پلیٹ اور ڈونگا رکھا، سالن نکال کر اس کے آگے کیا، ٹرے میں رکھی چپاتی اور کھانے لگا۔

"بھائی آپ نے بسم اللہ تو پڑھی ہی نہیں۔" ماہا نے شرارتی انداز میں اسے دیکھا۔

"بیٹا جی میں نے دل میں پڑھ لی تھی۔" محبت سے اسے دیکھتے عباس نے نرمی سے کہا۔

"بہنا بھائی کو آرام سے کھانا کھانے دو کوئی سوال جواب نہیں۔" زاہدہ بیگم نے اسے سرزنش کی۔

"ماما اب ہمیں بھائی کی شادی کر دینی چاہیے۔" ماہا نے بھائی کو محبت سے دیکھتے ہی فرمائش کی۔

"یہ دیکھو ابھی تھکا ہارا ایک کیس کی کارروائی مکمل کروا کے آ رہا ہوں اب تم مزید میرا دماغ مت پکاؤ۔" کھانا ادھورا چھوڑ چھاڑ عباس حیدر دونوں ہاتھ ماما کے سامنے باندھے گویا معافی کا خواستگار تھا۔

"ماہا کی بات بالکل درست ہے عباس اب تمہیں شادی کر لینی چاہیے، یہی تو عمر ہوتی ہے اب میں مزید تمہاری ایک نہیں سنوں گی، اگر کوئی لڑکی تمہیں پسند ہے تو بتا دو ورنہ میں خود کوئی پسند کر لوں گی اب تو ماشاء اللہ تمہاری ترقی بھی ہو گئی ہے اب اس کام میں دیر کیسی؟" زاہدہ بیگم نے گویا اسے دھمکی دی۔

"پسند تو خیر آپ نے پہلے سے ہی کی ہوئی ہے مجھے تو بس رسمی کارروائی کے لئے شامل کر رہی ہیں۔" عباس حیدر نے شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ زاہدہ بیگم کو چھیڑا۔

اس کی بات پہ زاہدہ بیگم نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا، بیٹے کا پرسکون چہرہ اور مسکراتے لب انہیں اثباتی پیغام دے رہے تھے لیکن وہ آج کھل کر بات کرنا چاہ رہی تھیں۔

"اس کا مطلب ہے تمہیں کوئی اعتراض نہیں اگر میں ہادیہ کو بہو کے طور پر پسند کروں

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"تو.....؟" زاہدہ بیگم کی بات پہ عباس کی آنکھوں کے سامنے ہادیہ کا سراپا لہرایا، نازک، کھلی کھلی رنگت والی ہادیہ اس کی ماموں زاد تھی اور زاہدہ بیگم بھتیجی سے بے پناہ محبت کرتی تھیں، نجانے کب سے ان کی آنکھیں اسے بہو کے روپ میں دیکھ رہی تھیں لیکن وہ عباس کے کسی مقام پر پہنچنے سے پہلے بھائی سے دست سوال کرنے کے حق میں نہ تھیں، عباس چھوٹا سا تھا جب ہادیہ پیدا ہوئی تھی دو ڈھائی برس کا تب سے ہی ان کے دل میں اس خواہش نے پنپنا شروع کر دیا تھا، لیکن پھر حالات ایسے ہوئے کہ عباس کے نو برس کی عمر میں اس کے والد کی وفات ہو گئی، ماہا نے والد کی وفات کے آٹھ ماہ بعد پیدا ہوئی تھی، بچوں کی پرورش میں اس بات کو دل میں دبائے وہ عباس کے کچھ بننے کی منتظر تھیں اور اب جب کہ ان کے قابل بیٹے کو ایس پی کا چارج سنبھالے چھ ماہ ہو چکے تھے، تو وہ اپنی خواہش کی تعبیر پانے کے لئے بے چین تھیں۔

"مجھے کیوں اعتراض ہو گا ماما، کسی نہ کسی سے تو شادی کرنا ہی ہے تو پھر وہ کیوں نہیں جو آپ کی پسند ہے۔" عباس کی بات پہ زاہدہ بیگم کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"تم نے میرا مان رکھ لیا عباس بس یہ یاد رکھنا کہ تم نے ہادیہ کو ہمیشہ خوش رکھنا ہے، مجھے بھی تمہارے ماموں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔" عباس کے والد کی وفات کے بعد ان کے بھائی نے بہت ساتھ دیا تھا اور اب جب وہ ان سے نیا رشتہ بنانے جا رہی تھیں تو چاہتی تھیں کہ عباس حیدر بھی ان کے بھائی کو شکایت کا موقع نہ دے اور ایک اچھا داماد بن کر دکھائے، ان کی بات پہ عباس نے دھیرے سے ان کے ہاتھ کو تھپکا تھا۔

"آپ کی ہر بات میرے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے امی، آپ کیوں پریشان ہیں، میں ان شاء اللہ اس رشتے کو ہر طرح سے نبھانے کی کوشش کروں گا، خواہ آپ ساس بہو گھر میں پانی پت محاذ ہی کیوں نہ کھول لیں، لیکن پہلے آپ ماموں سے رشتہ تو مانگیے نجانے ان کی کیا سوچ ہو۔" شرارت سے کہتے اس نے آخر میں اہم بات کی، اس کی بات پہ زاہدہ بیگم نے دھیرے سے سر... جبکہ ماہا نے دکھتی آنکھوں کے ساتھ اپنے ... بھائی کو دیکھا۔

"کوئی بات نہیں بھائی، اگر ہادیہ آپی... انکار کر دیا تو میری دوستوں میں سے کسی ... بھابھی پسند کر لیجئے گا جب سے انہوں ... کے ایس پی بننے کا سنا ہے پاگل ہو رہی ... وہ۔"

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا، میں ... وقوف ہوں جو بیوی کی بجائے بچی کو گود ... لے آؤں، ارے بابا مجھے ایک سمجھدار اور پڑھی ... چاہیے جو میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلے ... کہ تمہارے جیسی کھلی جو دن میں کم از کم چار ... ضرور ناراض ہوتی اور میں اگر اسے راضی ... بیٹھ گیا ناں تو پھر میری نوکری کا اللہ ہی ... ہے۔" عباس کی بات پہ ماہا کا کھلکھلا ... تھا اور اسے دیکھتے عباس کی ہنسی نکل گئی ... اسے ماہا کو منانے میں اچھا خاصا ... زاہدہ بیگم کو چائے کے لئے کہتا وہ ماہا کی ... کرنے میں جت گیا تھا۔

☆☆☆

"دیکھو خدیجہ ہماری بات مانو اور گاؤں چلو، یہاں کب تک بیٹھی رہو گی، تم اکیلی ماں ... لوگ سو طرح کی باتیں بنا رہے ہیں۔" چوہدری اکبر نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا تو خدیجہ بیگم پہلو بدل کر رہ گئیں۔

"بھائی صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں تمہیں اور اسوہ کو اب گاؤں چل کر رہنا چاہیے، احمد حسن کا کچھ پتا نہیں کب آئے اور نجانے آئے بھی یا ...۔" چوہدری اصغر نے بے رخی سے کہا تو خدیجہ بیگم تڑپ اٹھیں۔

"اللہ نہ کرے بھائی صاحب، اللہ انہیں اپنی حفظ و امان میں رکھے، اپنی بچی کو خود اپنے ہاتھوں بیاہیں گے ان شاء اللہ اور میرے جنازے کو کندھا دینا ہے ابھی انہیں۔" ان کے آنسو روانی سے گالوں پہ بہہ نکلے، ان کی بات پہ دونوں بھائی ذرا نرم پڑ گئے۔

"ارے، اللہ چنگا کرے گا تو کیوں دل ... کرتی ہے" اصغر کا مطلب یہ تھا کہ وہی جوان ... ہے اب احمد کے انتظار میں اسے تو بوڑھا ... کر سکتے، چھ ماہ سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ... ابھی تک احمد کا پتا نہیں چل سکا، ہم تو یہ چاہ ... کہ اسوہ کی بات ہم ادھر طے کر دیتے اور ... سال چھ مہینے میں شادی کر دیتے اپنے فرض ... ہو جاتی۔" چوہدری اکبر کی بات پہ ... بیگم پیچ و تاب کھا کر رہ گئیں۔

"آپ کی بات سر آنکھوں پہ بھائی جی، اسوہ کو جہاں مقدر ہے وہیں بیاہی جائے گی تو پھر ... ابھی وہ پڑھ رہی ہے دو ماہ بعد اس ... میری خواہش ہے کہ وہ ایف اے ... کر لے، تب تک احمد کا بھی کچھ پتا چل جائے گا، اللہ نے چاہا تو اپنے ہاتھوں سے اپنی ... رخصت کریں گے۔" خدیجہ بیگم نے رسان ... ابھی ان لوگوں سے بگاڑ کی پوزیشن ... نہیں تھی وہ۔

ان کی بات پہ چوہدری اکبر نے چوہدری ... کی طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا، ابھی خدیجہ بیگم نہیں مان رہی تھیں انہیں مزید انتظار کرنا تھا۔

"چلو جیسے تمہاری مرضی، اسوہ ہماری بھی بچی ہے، جہاں اتنا انتظار کیا سال ڈیڑھ سال اور سہی، لیکن دیکھو اسوہ کے ایف اے کرتے ہی تم نے اس کا بیاہ کر دینا ہے ہم اس سے زیادہ انتظار نہیں کر سکتے نعمان اور ایمن کی شادی کے ساتھ ہی سلمان اور اسوہ کی شادی بھی ہو جائے تو بہتر ہے، یا پھر اگر تم تنویر کے ساتھ کرنا چاہو تو بھی ہمیں اعتراض نہیں۔" چوہدری اصغر نے گویا بات ختم کی تو خدیجہ بیگم سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"جیسے آپ کی مرضی بھائی صاحب لیکن رشتے کی بات تو احمد ہی کریں گے مجھے جیسا سلمان ہے ویسا ہی تنویر ہے میرے لئے دونوں بچے برابر ہیں۔" ان کی بات پہ چوہدری اکبر نے سر ہلایا۔

"چلو خیر وقت آیا تو دیکھی جائے گی اب ہم چلتے ہیں۔" انہوں نے بات ختم کر کے اٹھنا چاہا تھا۔

"ارے نہیں نہیں بھائی صاحب ایسے کیسے کھانا کھائے بغیر جانے دوں گی، بس میں شیداں سے کہہ کر کھانا لگواتی ہوں آپ فریش ہو کر آ جائیں۔" خدیجہ بیگم کہتی باہر کی طرف چلیں تو دونوں بھائی بھی ان کے پیچھے باہر ڈائننگ ہال کی طرف آ گئے۔

☆☆☆

"لو بھئی لڑکیوں منہ میٹھا کرو۔" ماہا ایک بار پھر مٹھائی کا ڈبہ کھولے سب کے سامنے رکھ رہی تھی۔

"یہ کس خوشی میں بھئی؟" ردا نے استفسار کیا۔

"میری آپی اور عباس بھائی کی بات پکی ہو

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

گئی ہے، جلد ہی منگنی کی تقریب ارینج کریں گے اور تم سب کو آنا ہے اس لیے اپنی تیاری کر رکھو بعد میں مت کہنا کہ پہلے سے نہیں بتایا۔" ماما کی بجائے سندس نے تفصیل سے بتایا۔

"ارے واہ یہ تو بہت خوشی کی بات ہے لیکن اس کے لیے یہ مٹھائی کافی نہیں ہے بلکہ ہمیں تو ٹریٹ چاہیے وہ بھی زبردست سی۔" کنزا نے مٹھائی کا لقمہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"چ۔۔۔چ۔۔۔تو تم نے ایک بار بھی مونا کے بارے میں نہیں سوچا ماما حالانکہ بیچاری کا کتنا دل تھا تمہاری بھابھی بننے کا۔" روا نے مونا کو دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا تو اس کی بات پہ مونا تڑپ اٹھی۔

"ارے خبردار جو تم نے ایسا سوچا بھی اب وہ میرے بہنوئی ہیں اور میری آپی بہت پسند کرتی ہیں عباس بھائی کو اس لیے اب کہیں اور قسمت آزمائی کرو۔" مونا کے کچھ کہنے سے بھی پہلے سندس بول اٹھی تھی اور مونا جو پہلے ہی روا کی بات پہ تپی بیٹھی تھی اور گلاب جامن منہ میں رکھے جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں تھی اسے سندس کی بات نے مزید پتنگے لگا دیے۔

"میرا دماغ خراب نہیں ہے جو میں ابا جی کی عمر کے بندے سے شادی کروں تمہیں ہی مبارک ہو ایسا کھڑوس بہنوئی، ایک سال ہونے والا ہے ان کو پولیس میں بھرتی ہوئے، اب تک تو پکے پولیسے بن چکے ہوں گے، مجھے کیا ضرورت ہے ایسے ان رومینٹک بندے سے متھا لگانے کی میں تو کوئی رومینٹک سا بندہ ڈھونڈوں گی اپنے لیے جو صبح شام میرے حسن کے قصیدے پڑھے۔" مونا نے سندس کی کھنچائی کرتے ہوئے آخر میں اتراتے ہوئے کہا۔

"ارے میرے بھائی کے بارے میں کچھ مت کہنا اچھا، وہ عام پولیس والوں کی طرح نہیں ہیں۔" حیرت زدہ سی ماما نے آخر میں اسے [illegible] تھی۔

"افوہ، کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو وہ سب مذاق تھا اور بس، اب جبکہ عباس بھائی کی منگنی ہو رہی ہے تو ہمیں اس کی تیاری ڈسکس کرنی چاہیے نہ کہ فضول کی نوک جھونک میں ٹائم ضائع کریں۔" کنزا نے ان سب کی لڑائی چھڑوانے کو آگے بند باندھے۔

"ہاں یار اصل بات تو یہ ہی ہے تاریخ کب تک طے ہوئی ہے منگنی؟" مونا بھی لڑائی چھوڑ کر اصل موضوع کی طرف آئی۔

"ہفتہ دس دن تک شاید نیکسٹ ویک اینڈ (اگلے ہفتے)۔" ماما نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ایسے کیسے فائنل کیوں نہیں کیا ابھی تک؟" روا نے پوچھا تھا۔

"وہ عباس بھائی نے چھٹی کے لیے اپلائی کیا ہے تو جیسے ہی ان کی چھٹی منظور ہوگی دن رکھ لیں گے دوستوں رشتے داروں کو اطلاع کر دیں گے اور قریبی رشتے داروں کے گھروں میں ماما اور ماموں خود جا کر دعوت دے آئیں گے۔" ماما نے تفصیلاً بتایا۔

"چلو پھر سب دعا کرو کہ انہیں جلد چھٹی مل جائے اور اس سے پہلے تم دونوں ہمیں پارٹی دینے کا سوچو۔" ام اسوہ نے بھی زبان کھولی تھی۔

"واہ بھئی اسوہ بولی بھی تو کیا خوب بولی ہے، سچ کہتے ہیں کم بولنا عقلمندی کی نشانی ہے، اسوہ جب بھی بولتی ہے سوچ سمجھ کر اور دل سے بولتی ہے۔" کنزا نے اسوہ کے بولتے ہی چھیڑا تو باقی سب کے ساتھ ام اسوہ بھی ہنس پڑی۔

☆☆☆

"امی آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں؟" ام اسوہ نے خدیجہ بیگم کی طرف چائے کا کپ بڑھاتے بالآخر پوچھ ہی لیا، وہ جب سے کالج سے آئی تھی انہیں یوں ہی پریشان دیکھ رہی تھی لیکن پھر خاموش رہی کہ شاید اس کا وہم ہو، لیکن اب جبکہ شام کا وقت ہونے کو تھا وہ ہنوز کسی گہری سوچ میں گم تھیں اور پھر شیداں نے بتایا تھا کہ دونوں تایا آئے تھے ایسے میں اس کا خدیجہ بیگم کی پریشانی کے بارے میں جاننا مزید ضروری ہو گیا تھا۔

"ارے نہیں بیٹا، تمہارا وہم ہے۔" خدیجہ بیگم نے بات کو ٹالنا چاہا۔

"شیداں بتا رہی تھی کہ دونوں تایا آئے تھے آج اور کھانا کھا کر گئے ہیں۔" ام اسوہ کا آج پریکٹیکل تھا جبھی کالج سے دیر سے لوٹی تھی اور یوں وہ تایا صاحبان سے ملاقات سے محروم رہی تھی۔

"تمہارے تایا چاہتے ہیں کہ ہم دونوں گاؤں شفٹ ہو جائیں۔" خدیجہ بیگم نے بالآخر آدھی ادھوری بات بتا ہی دی۔

"کیا۔۔۔لیکن کیوں؟" ام اسوہ نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"اب تمہارے بابا ہمارے ساتھ نہیں ہیں تو ان کا خیال ہے کہ ہمیں وہیں چل کر رہنا چاہیے۔" اس کے چہرے کو بغور دیکھتے خدیجہ بیگم نے بتایا، تو اک سایہ سا ام اسوہ کے چہرے پہ آ کر گزر گیا۔

"پھر آپ نے کیا کہا؟" اس نے دھیمے لہجے میں استفسار کیا۔

"میں نے کہا ہے کہ تمہارا ایف اے ہونے تک ہمیں یہیں رہنے دیں، تو وہ مان گئے ہیں اب دعا کرو کہ اس وقت تک تمہارے بابا مل جائیں ورنہ، ہمارا مقدر وہی حویلی ہو گی جہاں چند گھنٹے گزارنا دوبھر ہو جاتا ہے ہمارے لیے۔"

خدیجہ بیگم کی آواز بے بسی کے احساس تلے دبی مزید دھیمی ہو گئی اور اسوہ ان کے چہرے سے نظریں ہٹانا بھول گئی تھی، اس کی اب تک کی زندگی میں احمد حسن نے اسے ایک رات بھی گاؤں میں نہیں گزارنے دی تھی، جتنا وقت بھی بیت جاتا وہ خدیجہ اور ام اسوہ کو ساتھ لے کر نکل آتے اور اپنے گھر آ کر ہی آرام کرتے، انہیں اپنے تایا زاد بھائیوں کا ماحول سخت ناپسند تھا، خود انہوں نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے ننھیال میں تعلیم کی غرض سے ڈیرے جمالیے تھے جبھی جب وہ بی اے کے بعد کالج گئے تو وہاں دل نہ لگا اور انہوں نے شہر میں ہی گھر بنا لیا، خدیجہ بیگم ان کی سگی ماموں زاد تھیں، جیسے احمد حسن اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے ایسے ہی خدیجہ بیگم بھی اپنے والدین کی ہزاروں ایکڑ جائیداد کی اکلوتی وارث تھیں، بچپن کا ساتھ کب پسندیدگی میں ڈھلا دونوں کو ہی خبر نہ ہو سکی، بڑے تو پہلے سے ہی ان کے رشتے کے حق میں تھے، یوں بغیر کسی رکاوٹ کے ان کا رشتہ طے ہو گیا اور خدیجہ بیگم کے میٹرک کرتے ہی ان کی شادی کر دی گئی قدرت خدا کی ام اسوہ کے بعد ان کے ہاں مزید کوئی اولاد نہ ہوئی اور یوں ام اسوہ بھی اپنے والدین کی اکلوتی وارث تھی اور ماں اور باپ دونوں سے ورثے میں ملنے والی بے اندازہ زمین و جائیداد کی اکلوتی وارث اب ایسے میں جب کوئی قریبی ننھیال اور ددھیالی رشتہ دار نہ تھے تو احمد حسن کے تایا زاد چوہدری اکبر اور چوہدری اصغر ہی ان کے بھائی بنے تھے اور وہ احمد حسن سے محبت بھی کرتے تھے، احمد حسن کے شہر آ کر شادی کر لینے کے بعد اور ان کے اماں ابا کی وفات کے بعد بھی انہوں نے احمد حسن سے رابطہ نہ توڑا اور اکثر دوسرے چوتھے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

بیٹھنے ملنے آتے رہتے تھے یوں احمد حسن کو بھی ایک ڈیڑھ ماہ بعد ان کے ہاں جانا پڑتا اور کچھ وہ اپنی زمینوں وغیرہ کا حساب کتاب بھی دیکھنے جاتے تھے سو یوں ان کا آپس میں تعلق ابھی تک قائم تھا، ایسے میں اب احمد حسن کی غیر موجودگی میں خدیجہ اور ام اسوہ کے سرپرست وہی تھے جبھی انہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے جبکہ خدیجہ بیگم کا خیال دوسرا تھا، انہیں لگتا تھا کہ وہ اصل میں اسوہ کی بے اندازہ جائیداد کے لالچ میں تھے، اب یہ تو وقت گزرنے پہ ہی ثابت ہونا تھا کہ وہ ان کے ساتھ مخلص تھے یا نہیں۔

☆☆☆

"اُفوہ ماما ایک بجنے والا ہے اور تمہارے بھائی کا کوئی پتا نہیں فون کروا کے کہ جلد پہنچیں ابھی اسے تیار بھی ہونا ہے، اب اپنی منگنی پہ بھی کیا یونیفارم پہن کر شرکت کرے گا۔" خدیجہ بیگم خفگی بھرے لہجے میں ماما سے مخاطب تھیں۔

"ماما بھائی کا فون آ گیا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ آپ مہمانوں کے ساتھ ہال میں پہنچ جائیں وہ وہیں آ جائیں گے آدھے گھنٹے تک۔" ماما نے کان میں جھمکیاں ڈالتے ڈالتے ایک لمحے کو مڑ کر دیکھا اور پھر سے آئینے میں دیکھنے لگی۔

"حد ہو گئی اس لڑکے کی تو زمانے بھر سے نرالی نوکری ہے، اچھا سنو اسے کہو کو ہم اس کے کپڑے ساتھ لے جا رہے ہیں وہیں ہال میں ہی آ کر ڈریس اپ ہو جائے گا اب کیا پہلے گھر میں آ کر تیار ہو گا اور پھر تو ہال پہنچتے پہنچتے نواب صاحب شام کر دیں گے۔"

"چلو بچیوں تم سب یہ سامان اپنی نگرانی میں گاڑی میں رکھواؤ شاباش۔" ماما سے بات کرتے کرتے انہوں نے کنزہ، ردا اور مونا کو وہ سب سامان سنبھالنے کی ذمہ داری سونپی جو انہیں عباس حیدر کی دلہن ہادیہ کے لئے لے کر جانا تھا اور خود عباس کے کمرے کی طرف مڑ گئیں تاکہ اس کا سامان لے جائیں، ہادیہ چونکہ سندس کی بہن تھی اس لئے سندس نے تو اپنے گھر سے ہی فنکشن میں شریک ہونا تھا لیکن چونکہ ام اسوہ کی سندس سے زیادہ دوستی تھی اسی لئے وہ بھی ہادیہ کی طرف سے شرکت کر رہی تھی، بہت عرصے بعد خدیجہ بیگم اور ام اسوہ کسی ایسی گھریلو تقریب میں شریک ہوئی تھیں، اسوہ بہت خوش دکھائی دے رہی تھی اور خدیجہ بیگم مطمئن تھیں کہ اسوہ کے لئے یہ تبدیلی خوش آئند تھی کچھ لمحوں کے لئے ہی سہی وہ اپنے خول سے باہر تو نکلی تھی لڑکے والے پہنچ گئے تھے اور ان کا استقبال پھولوں کی پتیوں سے کیا گیا تھا۔

"ارے واہ... عباس بھائی کی یہ سالی نمبر دو تو ہم سے پہلے ہی پہنچ گئی ہے۔" کنزہ نے ام اسوہ کو سندس کے ساتھ پھولوں کی پلیٹ پکڑے دیکھا تو کھلکھلاتے ہوئے چھیڑا۔

"نمبر دو یعنی کہ دال میں کالا ہے۔" ردا نے کنزہ کی بات اچکی، وہ سب گپ شپ کرتی راستے سے ہٹ کر ایک طرف آ کھڑی ہوئیں۔

"کیا مطلب بھئی؟" ماما نے استفسار کیا۔

"ارے بھئی دو نمبر یعنی کہ فراڈ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ اوپر سے تو عباس بھائی کی سالی ہے لیکن اندر سے کچھ اور ہے۔" کنزہ نے کھلکھلاتے ہوئے کہا تو سندس نے ایک زوردار جھانپڑ اسے رسید کیا۔

"جی نہیں جیسے تم چاروں ہادیہ آپی کی نندیں ہو اسی طرح ہم دونوں عباس بھائی کی سالیاں ہیں اور بس..." سندس کی بات پہ ابھی وہ کوئی کمنٹ نہ دے پائی تھیں کہ ویٹر ان سب کو کولڈ ڈرنک سرو کرنے وہیں آ پہنچا سو سب شرافت

کے چولے اوڑھے خاموشی سے کولڈ ڈرنک لینے لگیں۔

"عباس بھائی کہاں ہیں نظر نہیں آ رہے۔" سندس نے ادھر ادھر نظریں دوڑاتے سوال کیا۔

"وہ ابھی آئے ہی نہیں تو نظر کیسے آئیں گے۔" مونا نے ترنت جواب دیا۔

"وہ کیوں؟" ام اسوہ نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ ابھی آفس میں ہی تھے آدھے گھنٹے تک پہنچنے کا کہہ رہے تھے بیس منٹ تو انہیں کہے ہو گئے، دس پندرہ منٹ تک پہنچ جائیں گے۔" ماما نے تفصیلی جواب دیا۔

"توبہ ہے ویسے عباس بھائی سے ایسی بھی کیا فرض شناسی کہ بندہ اپنی زندگی کے اتنے اہم دن پہ بھی وقت نہ نکال پائے۔" کنزہ نے نچے تلے لہجے میں کہا، وہ سب جتنی عباس حیدر سے ملنے کی مشتاق تھیں اتنا ہی وہ دیر کیے دے رہا تھا۔

"تم اپنے لئے کوئی بے روزگار ڈھونڈنا تاکہ ہر وقت تمہارے گھٹنے سے لگ کر بیٹھا رہے۔" ردا نے اسے چڑایا۔

"اللہ نہ کرے ایسی بددعا تو نہ دو۔" کنزہ نے ردا کو ہلکا سا دھکا دیتے کہا، ردا لڑکھڑا کر ساتھ کھڑی ام اسوہ سے ٹکرائی تو اسوہ کے ہاتھ میں پکڑی بوتل اس کے اوپر آ گری۔

"اوہ... نو..." اپنے کپڑوں کو جھاڑتے اسوہ پیچھے ہٹی۔

"کبھی تو انسانوں کی جون میں آ جایا کرو تم لوگ، جاؤ اسوہ وہ سامنے واش روم ہے تم پانی سے صاف کر لو۔" ماما نے انہیں گھرکتے اسوہ سے کہا تو اسوہ سر ہلاتی واش روم کی طرف بڑھ گئی، واش روم سے واپسی پہ اچانک اس کے قدم پیچھے سے آتی پکار پہ یکدم تھم سے گئے۔

"ایکسکیوزمی مس... پلیز ذرا ماما کو تو بلا دیجئے گا اگر آپ اسے جانتی ہیں تو یا پھر سندس کو پلیز؟" اسوہ کے مڑنے تک وہ حقیقتاً اس کے سر پہ آ رکا تھا۔

فل یونیفارم میں چھ فٹ سے نکلتے قد اور کسرتی جسم کے مالک اس شخص کے سامنے ام اسوہ ایک دم گڑبڑا سی گئی تھی وہ فوراً دو قدم پیچھے ہٹی اور سر ہلاتی اندر کی طرف بڑھ گئی جبکہ عباس حیدر بے ارادہ ہی اسے دیکھے گیا۔

"کتنا حزن تھا اس چھوٹی سی لڑکی کی آنکھوں میں جیسے کوئی بڑا دکھ چھپانے کی سعی میں ہو نجانے ہے کون؟" وہ ماما کے آنے تک اسوہ کی اداس آنکھوں کے بارے میں سوچے گیا۔

"اُفوہ بھائی کہاں تھے آپ اور موبائل کیوں بند کر رکھا تھا۔" ماما نے خفگی سے اسے گھورتے پوچھا۔

"سوری سس موبائل کی بیٹری ختم ہو گئی تھی۔" اس نے فوراً سے پیشتر معذرت کی۔

"اچھا چلیں آپ فریش ہوں میں آپ کے کپڑے لاتی ہوں۔" ماما کہہ کر اندر کی طرف بھاگی تو وہ بھی فوراً واش روم کی طرف لپکا، واش روم کے ساتھ ملحقہ ڈریسنگ روم خالی تھا، ماما دروازہ ناک کر کے اسے بتا گئی تھی کہ کپڑے باہر رکھے ہیں، نہانے کے بعد اس نے ہاتھ بڑھا کر دروازے کے ساتھ لٹکا ہاتھ ٹاول کھینچا تو ساتھ ہی پینٹ اور بنیان بھی اس کے ہاتھ میں تھی، لیکن شرٹ ندارد، پینٹ پہ بنیان چڑھائے وہ جیسے ہی باہر نکلا تو سامنے والا دروازہ کھول کر وہی اداس آنکھوں والی لڑکی ایک پاؤں اندر اور دوسرا باہر رکھے شرم سے لال ہوتی اسے دیکھ کر نظریں چرا گئی۔

"ایم سوری... میں سمجھی اندر کوئی نہیں ہے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

وہ میرا موبائل۔۔۔" بات ادھوری چھوڑ چھاڑ وہ فوراً باہر کی طرف مڑی تھی جب عباس حیدر نے آواز دی۔

"اٹس او کے، آپ اپنا موبائل لے سکتی ہیں۔" شرٹ پہن کر اس کے بٹن بند کرتا وہ مڑ کر کوٹ پہننے لگا، سامنے لگے آئینے میں ام اسوہ صاف نظر آ رہی تھی، اس کی دودھیا گلابی رنگت میں شرم کی سرخی گھل کر مزید نکھار پیدا کر رہی تھی، عباس حیدر نے ایک اچٹتی نظر اس پہ ڈالی اور اپنے بال بنانے لگا، جبکہ اسوہ تیزی سے اپنا موبائل اٹھا کر باہر نکل گئی۔

"پتا نہیں کون ہے شاید ماما کا کوئی کزن ہے لیکن شکل دیکھی دیکھی لگ رہی ہے بڑا ہینڈسم۔۔۔ مونا وغیرہ دیکھ لیں تو پاگل ہی ہو جائیں اس کے پیچھے۔" ام اسوہ بلا ارادہ ہی اس کے بارے میں سوچے گئی، جب کنزا کی چیخ نما آواز پہ حیرانی سے اس کی سمت دیکھا۔

"ارے یہ ہیں عباس بھائی، مائی گاڈ یہ تو کہیں سے بھی ماما سے دس سال بڑے نہیں لگتے، بمشکل چار، پانچ سال کا گیپ لگتا ہے اپنی ٹریننگ والی تصاویر کے بعد سے اور بھی سمارٹ ہو گئے ہیں سال بھر میں۔" سامنے اسٹیج کی طرف رخ کیے وہ تبصرہ کر رہی تھی۔

"بھائی اپنی شخصیت کا خاص خیال رکھتے ہیں جبکہ میں شروع سے ہی پھیلو ہوں۔" ماما نے ہنستے ہوئے کہا تو ام اسوہ نے بھی سامنے اسٹیج کی طرف نظر اٹھائی، اور اگلے ہی لمحے دل گویا اچھل کر حلق میں آ رہا، وہ تو وہی شخص تھا جسے وہ کچھ دیر پہلے ایالو قرار دے چکی تھی، ہادیہ احسان کے ہمراہ ہنستے مسکراتے عباس حیدر نے ایک ہی پل میں ام اسوہ کو اندر تک خالی کر دیا تھا۔

"نہیں، یہ وقتی کشش ہے یا پھر کنزا، مونا کی باتوں کا اثر ہو گیا ہے مجھ پہ ویسے بھی ہم وڈیروں کے مقدر میں صرف عیاش وڈیروں کا ساتھ ہی لکھا ہے ایسا نہ ہو تو پھولوں کی لڑی جائیداد بٹ جائے پھر کون ہماری چودھراہٹ مانے گا۔" تلخی سے سوچتے اس نے آنکھوں میں آئی نمی کو اندر ہی اتارا اور خود کو کنزا اور مونا کی باتوں میں الجھانے کی کوشش کی۔

☆☆☆

"دیکھو بابا، اب کھا لو کچھ تین دن سے بھوکے ہو ڈیڑھ سال ہونے کو آیا ہے اور تم ابھی تک ادھر کا عادی نہیں ہوا، ہزار بار بولا ہے اب بھول جاؤ واپس جانے کا کوئی راستہ [illegible] کم از کم اس وقت تک جب تک [illegible] صاحب نہ چاہیں، پھر کیوں خود کو ہلکان کرتے ہو اپنی جوانی پہ ترس کھاؤ۔" کرم داد نے [illegible] نام قیدی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں اب تمہاری باتوں میں نہیں آؤں گا [illegible] مجھے تم صرف یہ بتاؤ کیوں مجھے یہاں قید [illegible] ہے اور کس کی اجازت سے؟" اس نے [illegible] آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"نہ سائیں، تمہیں قید [illegible] کچھ بتایا جاتا ہے اس پہ بھی چودھری [illegible] کہ کچھ مت بتانا اب [illegible] تمہیں تو یہ تک معلوم نہیں کہ تمہارا نام کیا ہے [illegible] کیا خاک معلوم ہو گا۔" کرم داد نے [illegible] لہجے میں کہا، کسی بھی شخص کے متعلق اتنی [illegible] پہلی بار برتی جا رہی تھی ورنہ ہر شخص کے [illegible] میں جو بھی چودھری صاحب کو آنکھیں دکھاتا [illegible] داد کو بتا کر اٹھوایا جاتا تھا، لیکن اس بار [illegible] دوسرا تھا اس دفعہ کرائے کے اتحادی [illegible] اٹھوایا گیا تھا شاید۔۔۔؟ لیکن اس سے پہلے [illegible] مزید بات کرتا باہر سے گاڑی رکنے کی آواز [illegible] باہر کی طرف لپکا اس شخص نے دروازے [illegible]

سے آنکھ لگا کر سامنے دیکھنا چاہا لیکن اس طرف کوئی موجود نہ تھا، کمرے کے اکلوتے روشن دان کو حسرت سے دیکھتے اس نے بے بسی سے ہاتھ ملے، روشن دان اتنا اونچا تھا کہ وہاں تک اس کی رسائی نہ تھی، اچانک اسے پچھلی طرف دیوار میں بنے اس سوراخ کا خیال آیا جو اس نے کمرے کی ایک اینٹ ہٹاتے ہوئے ملا تھا، وہ فوراً اس کی طرف لپکا اور احتیاط سے اینٹ باہر کھینچی لیکن افسوس اس طرف بھی کوئی نہ تھا، پنجوں کے بل اونچا ہوتے اس نے ادھر ادھر جہاں تک ممکن تھا نگاہ دوڑائی، دور مٹی پہ گاڑی کے ٹائروں کے نشان نے اسے چونکا دیا، اوہ، یقیناً وہ شخص ابھی پاس طرف سے گاڑی نکال لے جائے گا، سوچتے ہوئے اس نے اپنی نگاہیں باہر کے راستے پہ جما دیں، چار پانچ منٹ بعد گاڑی کے دروازے کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی اور ساتھ ہی زن کی آواز کے ساتھ گاڑی اس کے سامنے سے گزری، لینڈ کروزر کی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھے شخص کو دیکھ کر وہ کچھ لمحوں کے لیے گویا ساکت ہو گیا۔

"چودھری اصغر!" وہ گو مگو کی کیفیت میں وہیں کھڑا تھا، کہ کرم داد دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

"اوئے تو ادھر کیا کر رہا ہے اور یہ اینٹ کیوں نکالی ہے اوئے تو نے۔" کرم داد نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا، جانے کون ہے اگر اسے چودھری صاحب کا معلوم ہو گیا تو مجھ میں تو کیا کام ہے۔

"کرم داد میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں، میں چودھری احمد حسن، چودھری اصغر کا سگا بھتیجا ہوں، چودھری حشمت کا اکلوتا بیٹا اور چودھری انعام اللہ کا اکلوتا داماد۔"

کرم داد کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا چند لمحوں کے لیے تو اس سے کچھ بولا ہی نہ گیا۔

"سائیں آپ۔" دونوں ہاتھ باندھے وہ اب احترام سے نظر نیچی کیے کھڑا تھا، بے شک احمد حسن نے بیشتر وقت شہر میں گزارا تھا لیکن چودھری حشمت مرتے دم تک گاؤں میں ہی رہے تھے اور وہیں دفن ہوئے تھے انہیں اپنے گاؤں تو کیا آس پاس کے سارے گاؤں کے لوگ جانتے تھے۔

"پر سائیں آپ سے کیا دشمنی ہے ان کی۔۔۔؟" "میری اور میری بیوی کے ساتھ ساتھ ہماری اولاد کی بدقسمتی بھی یہ ہے کہ وہ بھی اکلوتی ہے ایک ہی بچی ہے میری، میری ذاتی اور سسرالی جائیداد کی اکلوتی وارث اس کا ہاتھ مانگا تھا اپنے آوارہ اور نالائق بیٹے کے لیے چودھری اصغر نے لیکن میں نے انکار کر دیا، اسی کی سزا ہے یہ، اب یہ میرے پیچھے میری بیوی کو دباؤ میں لا کر میری بچی کو زنداں میں قید کرنے کے چکروں میں ہو گا یقیناً، لیکن تمہیں اس سب سے کیا سروکار تم چودھری اصغر کے کارندے ہو، جاؤ جا کر اس سے کہو کہ مرد ہے تو مردوں کی طرح سے بات کرے، میں اپنی ساری دولت اور جائیداد اسے لکھ کر دینے کو تیار ہوں لیکن خدا کے لیے میری معصوم بچی کو بخش دے، میں نے اسے بڑے ناز و نعم میں پالا ہے ان کے ماحول میں وہ رچ بس نہ سکے گی اور مرجھا جائے گی۔" آنکھوں میں آئی نمی کو جھٹکتے اس نے تلخی سے کہا۔

"سائیں جیسے وہ میرے بڑے ہیں ایسے آپ بھی میرے بڑے ہو، میرے دادا نے برسوں آپ کے دادا کی خدمت کی ہے پھر میرے باپ نے شہر کا رخ کیا تو میں بھی وہیں کی گلیوں میں پلنے بڑھنے لگا، باپ کے مرنے کے بعد بھی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کافی عرصہ آوارہ پھرتا رہا پھر میرے تایا زاد بھائیوں کے کہنے پر پچھلے دو سالوں سے چوہدری اصغر کے ساتھ ہوں چوریوں چکاریوں میں ایک دو بار جیل بھی جا چکا ہوں جبھی چوہدری اصغر ان کاموں میں مجھے ملوث رکھتا ہے۔ لیکن سائیں، اگر ہم دونوں مل کر ایک دوسرے کی مدد کریں تو دونوں بچ کر نکل سکتے ہیں۔"

اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں کو گھماتے کرم داد نے رازدرانہ لہجے میں کہا، اسے اپنا مستقبل بدلتا نظر آرہا تھا۔

"کیا مطلب ----؟" احمد حسن نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے پاس دوسری کوئی پناہ گاہ نہیں ہے سائیں جہاں میں جا کر چوہدری اصغر اور پولیس دونوں سے بچ جاؤں، اگر آپ مجھے وہ پناہ گاہ دینے کا وعدہ کریں تو میں کوشش کر کے آپ کو یہاں سے بھگانے کی کوشش کروں گا۔" کرم داد نے سرگوشی میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"اگر میں نے تم جیسے کارندے پالے ہوتے تو آج یہاں نہ ہوتا یہ میرا شریفانہ طرز زندگی ہی تھا جو مجھے آج یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے، اگر میں بھی عام وڈیروں کی طرح ہوتا تو کسی کی جرأت نہ تھی کہ یوں میرے گھرانے کا تماشا بناتا۔" دونوں ہاتھوں کو آپس میں ملتے چوہدری احمد حسن کی بے بسی عروج پر تھی۔

"دیکھو سائیں آج کل یہی اصول ہے کچھ دو اور کچھ لو، آپ کے پاس طاقت نہ سہی پیسہ تو ہے آپ مجھے کسی دوسرے ملک میں سیٹ کروا سکتے ہیں کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کروا سکتے ہو تو پھر بھی ٹھیک ہے، سائیں ستر لاکھ آپ کے لیے کچھ معنی نہیں رکھتے لیکن میری زندگی بدل دیں گے ابھی میرے آگے اک عمر پڑی ہے، پچیس کا ہو رہا ہوں لیکن ابھی تک شادی نہیں بنا سکا اب اگر مجھے یہ گولڈن چانس آپ میسر کر دو تو میں آپ کے آگے راہ ہموار کر سکتا ہوں۔" کرم داد نے چوہدری احمد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کے لیے تمہیں میری زبان پہ اعتبار کرنا ہوگا، ابھی میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔" چوہدری احمد کی بات پہ کرم داد نے گہری سانس بھری ایک آزاد اور پرتعیش زندگی کے لیے یہ سودا مہنگا تو نہ تھا۔

"مجھے منظور ہے۔" کرم داد نے اثبات میں سر ہلایا۔

"لیکن دھیان رکھنا یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔" چوہدری احمد نے اسے تنبیہ کی۔

"فکر نہ کریں سائیں، میں پورا دھیان رکھوں گا۔" کرم داد نے بات ختم کی اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے، دروازے کے پاس ٹھہر کر اس نے سامنے دیکھا۔

آس پاس دور دور تک کوئی نہ تھا اس نے گہری سانس بھرتے دروازے کو تالا لگایا اور کام کا بہانہ بنا کر باہر نکل آیا اب سب سے پہلا کام اسے تالے کی ڈوپلیکیٹ چابی بنوانے کا کرنا تھا اور یقیناً اس کے لیے اسے کسی کی مدد درکار تھی خود اس پہ تو نجانے کتنے افراد نگرانی پہ مامور تھے وہ اگرچہ لوگوں کی تعداد نہ جانتا تھا لیکن نگرانی سے تو واقف تھا ناں جبھی اس رازدرانہ کام کو مزید راز داری سے سرانجام دینا چاہتا تھا اور اس کے لیے اسے کم از کم تین سے چار ماہ کا عرصہ درکار تھا۔ چوہدری اصغر کی یہ خفیہ جیل فرار کے لفظ سے نا آشنا تھی اور اس کا حوصلہ صرف اور صرف کرم داد ہی کر سکتا تھا جو یہاں کا دادا تصور کیا جاتا تھا۔

☆☆☆

فرسٹ ایئر کے ایگزامز کے بعد ان سب

نے سیکنڈ ایئر کی تیاری کے لیے اکیڈمی جوائن کر لی تھی اور اب جب کہ سیکنڈ ایئر کے داخلہ ٹیسٹ شروع تھے تو وہ سب شوخیاں چھوڑ چھاڑ سنجیدگی سے پڑھائی کی طرف متوجہ تھیں فرسٹ ایئر کی طرح سیکنڈ ایئر بھی اچھے نمبروں سے پاس کرنے کا عزم لیے ہوئے تھیں، داخلہ ٹیسٹ کے کچھ دنوں بعد ہی ان سب کو تیاری کے لیے فری کر دیا گیا تھا اور یوں وہ سب گھروں میں بیٹھی دن رات تیاری میں جتی ہوئی تھیں۔

"اسوہ بیٹا کچھ دیر آرام کر لو پھر پڑھ لینا۔" خدیجہ بیگم نے اسے مسلسل کئی گھنٹوں سے پڑھتے دیکھ کر کہا۔

"بس امی تھوڑی دیر اور ---- پھر اٹھنے لگی ہوں۔" اسوہ نے نرمی سے کہہ کر دوبارہ خود کو کتاب کی طرف متوجہ کر لیا۔

"یا اللہ میری اس بچی کی مدد فرمانا مولا اسے دینی و دنیاوی ہر امتحان میں کامیاب کرنا آمین۔" اسوہ کے امتحانات تک خدیجہ بیگم کے لبوں پر ایک ہی دعا تھی، آخری پیپر دے کر جب وہ گھر آئی تو چھوٹے تایا انہیں لینے آ پہنچے تھے، گھر میں اپنے چند جوڑے اور ضرورت کی چیزیں لیے دونوں ماں بیٹی گاؤں آگئیں، اگرچہ پریکٹیکل کے لیے اسوہ کو ابھی جانا تھا لیکن چوہدری اصغر ایک ہی دن کی تو بات ہے گاؤں سے ہی آ کر دے جائے گی اور یوں ان کے پاس کہنے کو کچھ بھی نہ بچا تھا۔

☆☆☆

"اشفاق حسین۔" یونیفارم کیپ سر پہ جماتے ریوالور بیلٹ میں رکھتے اس نے زوردار آواز میں کہا تو سیلوٹ مارتا اشفاق حسین فوراً حاضر ہوا۔

"جی سر!"

"گاڑی تیار کرواؤ، ایک جگہ ریڈ کے لیے جانا ہے۔" اشفاق حسین کو حکم دیتا وہ سامنے پڑی فائل پہ آخری نظر ڈال کر اسے دراز میں رکھنے لگا۔

"کتنی گاڑیاں سر جی؟" اشفاق حسین نے جاتے سے پہلے پوچھا۔

"تین ---- اور جلدی ---- اگلے تیس منٹ میں ہمیں وہاں پہنچنا ہے۔" اس کے کہنے پر اشفاق حسین سیلوٹ مار کر "جی سر" کہتا باہر نکل گیا۔

"سر جی گاڑیاں تیار ہیں۔" پانچ منٹ بعد اشفاق حسین نے اطلاع دی تو وہ سر ہلاتا اس کے ہمراہ ہو لیا، اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی تمام گاڑیاں حرکت میں آگئیں اور آگے پیچھے تیزی سے محو سفر ہو گئیں۔

تقریباً بیس منٹ کے سفر کے بعد گاڑیاں ایک درمیانے درجے کے رہائشی علاقے کے پاس پہنچ گئیں جب عباس حیدر نے ہاتھ بڑھا کر وائرلیس پکڑا اور اپنے پیچھے آتی گاڑیوں کو ہدایات جاری کیں۔

"08 آپ اگلے موڑ پہ گاڑی روک کر گلی میں پھیل جائیں، گلی کے آخری دو مکان ہمارا فوکس ہیں اس کے علاوہ بھی دھیان رہے آس پاس کے گھروں سے بھی کوئی مشتبہ فرد بھاگنے نہ پائے۔"

"یس سر ---- جو حکم۔" عباس حیدر کے حکم پہ دھیمی پڑتی گاڑی جس کا آخری نمبر 08 تھا زن سے ان دونوں گاڑیوں کے بیچ میں سے نکل آگے بڑھ گئی۔

"09 آپ یہیں رک کر ہمارا انتظار کریں اگر ضرورت پڑی تو آپ کو بلا لیں گے۔" عباس حیدر نے کہنے کے ساتھ اپنی گاڑی بھی سائیڈ پہ

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

رکنے کا اشارہ کیا، ڈرائیور نے فوراً گاڑی روکی اور ساتھ ہی 09 نے بھی ان سے چند فٹ کے فاصلے پہ بریک لگا دیا، گاڑی کے رکتے ہی عباس حیدر اور اس کے ساتھ موجود افراد تیزی سے باہر نکلے اور محتاط قدموں سے گلی میں داخل ہو گئے، اپنے ساتھ آئے افراد کو مختلف پوزیشنز پہ کھڑا کر کے ایس پی عباس حیدر نے اپنی جگہ کا تعین کیا اور آگے بڑھ کر دروازے پہ دستک دی، تھوڑی دیر بعد اندر سے کسی کے باہر آنے کی آہٹ سن کر وہ دروازے کے سامنے سے ہٹ کر فوراً سائیڈ پہ دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔

"کون......؟" اندر سے سوال کیا گیا اور کوئی جواب نہ پا کر دروازہ کھول کر گلی میں جھانکنے کی کوشش کرتا شخص اگلے ہی لمحے عباس حیدر کی مضبوط گرفت میں تھا، منہ پہ مضبوط ہاتھ کی بدولت وہ کوئی بھی آواز نکالنے سے قاصر تھا۔

"کل رات جو نئے کرایہ دار آئے ہیں وہ چاہیے ہمیں، بس اس لئے آواز نکالنے کی کوشش مت کرنا۔" غراتے لہجے میں کہی گئی عباس حیدر کی بات اس کی رہی سہی مزاحمت بھی دم توڑ گئی، اشارے پہ ساتھ موجود پولیس اہلکار تیزی سے اندر داخل ہوئے اور با آسانی مطلوبہ افراد کو حراست میں لے لیا، ان تینوں مجرمان کے پاس سے اسلحہ بھی کافی مقدار میں برآمد ہوا تھا، مالک مکان کو بھی پوچھ گچھ کے لئے ساتھ لیے وہ واپس ہوئے تو راستے میں ہی عباس حیدر نے اعلیٰ افسران کو ان افراد کی گرفتاری کی خبر دی، مطلوبہ افراد کی تلاش میں پولیس پچھلے ایک سال سے خوار ہو رہی تھی اور اب جا کر ان کی گرفتاری عمل میں آئی تھی جس کا سہرا عباس حیدر کے سر تھا اور اپنی اس کامیابی پہ وہ بے تحاشا خوش تھا۔

☆☆☆

"رضیہ......!" چوہدری اصغر نے دودھ کا گلاس لے جاتی رضیہ کو پکارا۔

"جی سائیں!" رضیہ فوراً ان کے سامنے موجود ہوئی۔

"یہ دودھ کس کے لئے لے جا رہی ہو؟"

"سائیں خدیجہ بیگم کے لئے۔" رضیہ نے جواب دیا۔

"اچھا سنو انہیں کہنا کہ آ کر میری بات سن جائیں۔" چوہدری اصغر کہہ کر آگے بڑھ گئے اور رضیہ کے پیغام دینے پر تھوڑی دیر بعد خدیجہ بیگم ان کے سامنے تھیں۔

"دیکھو خدیجہ اب احمد حسن کا تو کچھ پتہ نہیں چل سکا، اس لئے اب میرا اور بھائی صاحب کا خیال ہے کہ تمہیں اب فیصلہ کر لینا چاہیے، ایک بیٹے کو اپنا بیٹا بنا لو جس کو چاہو اور اسوہ کی شادی کر دو تاکہ تم اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤ۔" چوہدری اصغر کی بات پہ چوہدری اکبر نے بھی سر ہلایا گویا وہ بھی اس سے متفق تھے اور اب صاف بات کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

"بھائی جی اسے آپ میری درخواست سمجھیں یا منت، لیکن خدارا میری بچی پہ رحم کھائیں، میں جس بچے کو آپ چاہو سر پہ بٹھا لینے کو تیار ہوں لیکن اسوہ کا بھائی بنا کر اور اسے زمین جائیداد کا وارث بھی بنا دوں گی لیکن اس کے بدلے آپ اسوہ کو آزاد کر دیں وہ اپنی زندگی کے فیصلے میں آزاد ہو۔" خدیجہ بیگم نے گویا آخری بازی پر اپنی تمام جمع پونجی لگا دی تھی۔

"تم ہمیں برادری میں ذلیل کروانا چاہتی ہو یہ کسی صورت ممکن ہے خدیجہ تمہیں ہر حال میں بچی کو ہمارے بیٹوں میں سے کسی ایک سے بیاہنا ہوگا ورنہ دوسری صورت میں ہر نفع نقصان کی ذمہ

داری تمہاری ہوگی۔" چوہدری اصغر کی بات میں واضح دھمکی پہ خدیجہ بیگم کپکپا کر رہ گئی اور فوراً مصالحت کی راہ اختیار کی۔

"ٹھیک ہے بھائی صاحب جیسے آپ کی مرضی آپ کی بچی ہے آپ کا خون ہے میں کون ہوتی ہوں کچھ کہنے والی۔" خدیجہ بیگم کی بات پہ دونوں بھائیوں کے چہرے کھل اٹھے۔

"اب کی ہے ناں عقل والی بات اور دیکھو اسوہ ہماری بچی ہے اسے اپنی زندگی کا اتنا اہم فیصلہ کرنے کا پورا اختیار ہے تم اس سے مشورہ کر لو پھر چاہے وہ تنویر کی زندگی کا ساتھی چنے خواہ سلمان کو ہمیں اس کا ہر فیصلہ قبول ہوگا۔" چوہدری اکبر کے کہنے پر خدیجہ بیگم اثبات میں سر ہلاتی اٹھ آئیں، ان کا ذہن تیزی سے جوڑ توڑ میں مصروف تھا اور جلد ہی انہیں ایک راہ فرار میسر آ گئی۔

☆☆☆

"امی اگلے ہفتے میرا پریکٹیکل ہے اور کل سے تیاری کے سلسلے میں نجمہ نے بلوایا ہوا ہے، شاید ایک دو دن رک جاؤں گی۔" ام اسوہ نے آس و امید میں ڈوبے ماں سے سوال کیا تو خدیجہ بیگم کی پرسوچ نگاہیں اس کے چہرے پہ رک گئیں۔

"اسوہ میری بات غور سے سنو۔" خدیجہ بیگم نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا وہ دونوں ماں بیٹی اس وقت حویلی کے دالان میں بیٹھی چائے پی رہی تھیں اور آس پاس کوئی نہ تھا، حضرات اپنی روزمرہ مصروفیات میں گھر سے باہر تھے ایمن اپنی ماں کے ساتھ ننھیال گئی ہوئی تھی رہی ثمینہ بھابھی تو وہ اپنی نگرانی میں کھانا بنوا رہی تھیں اور اس سے بہتری موقع ان ماں بیٹی کو میسر نہ آتا بات کرنے کو، ان کے انداز پہ اسوہ نے استفساریہ انداز میں انہیں دیکھا۔

"اسوہ حالات اس نہج پہ آ پہنچے ہیں کہ اب تمہیں کوئی نہ کوئی فیصلہ کرنا چاہیے تمہارے تایا چاہتے ہیں کہ تمہاری شادی سلمان یا تنویر میں سے کسی ایک سے کر دی جائے۔" خدیجہ بیگم کے کہنے پہ ام اسوہ سکتے کی سی کیفیت میں آ گئی۔

"میں نے پوری کوشش کی ہے کہ تمہارے تایا اس شرط کو چھوڑ دیں لیکن وہ کسی صورت اس کے لئے آمادہ نہیں ہیں اور یہ سب کچھ صرف زمینوں کے لئے کر رہے ہیں اور زمیندار زمینوں سے کتنی محبت کرتے ہیں تمہیں اچھی طرح پتا ہے، تمہارے تایا نے بات نہ ماننے کے چکر میں ہر قسم کے نفع نقصان سے خود کو بری قرار دیا ہے اور اس کا دوسرے لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیں کسی بڑے نقصان سے دوچار کر سکتے ہیں تمہیں تو وہ کچھ نہیں کہیں گے لیکن مجھے یقین ہے کہ کسی روز میرے کھانے میں زہر ملا کر مجھے راستے سے ہٹا دیا جائے گا اور پھر تم ان کے لئے کچھ مشکل نہ کھڑی کر سکو گی۔" خدیجہ بیگم کے کہنے پر ام اسوہ نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔

"نہیں امی، بابا کے بعد اب مجھے آپ کو کسی صورت نہیں کھونا، آپ تایا ابو سے کہیں مجھے ان کا ہر فیصلہ منظور ہے شاید اس ڈر سے بابا بھی ہمیں واپس مل جائیں۔" اسوہ کے کہنے پہ خدیجہ بیگم نے فخر اور خوشی کی ملی جلی کیفیت میں اسے دیکھا، ان کی بیٹی اپنے ماں باپ سے اتنی محبت کرتی تھی کہ ان کی خاطر اپنی ساری زندگی داؤ پہ لگانے کو تیار تھی، انہوں نے اسوہ کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا اور دھیرے سے اس کا گال تھپتھپا کر مسکرا دیں۔

"میں نے یہ سب تمہیں اس لئے نہیں بتایا بیٹا کہ تم خود کو پابند سلاسل کر لو، میری بات غور سے سنو اسوہ، تم صرف پریکٹیکل والے دن کالج جاؤ گی۔" بات کرتے کرتے خدیجہ بیگم کی آواز

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ریحہ دیکھی ہوئی تھی اور ان کی بات سنتے ہوئے کبھی اسودگی میں سر ہلانے لگی اور کبھی اثباتی انداز میں لیکن بالآخر خدیجہ بیگم نے اسے اپنی بات ماننے پر مجبور کر دیا تھا، اب انہیں طے شدہ دن کا انتظار تھا۔

☆☆☆

"بھائی...... کہاں ہیں آپ......" ماہا کمرے کا دروازہ ناک کرتی اندر آئی اور کمرے میں عباس حیدر کو موجود نہ پا کر آواز دی اور پھر بالکونی کا دروازہ کھلا پا کر ادھر ہی آ گئی، جہاں عباس حیدر دونوں کہنیاں ریلنگ پہ ٹکائے سامنے سڑک پہ نظریں جمائے کھڑا تھا، آہٹ پہ مڑ کر ماہا کو دیکھا تو دھیمے سے مسکرا دیا۔

"بھائی! اگر آپ فارغ ہیں تو مجھے اور ماما کو ماموں کے ہاں لے چلیں۔" ماہا کے کہنے پر اس نے ہاتھ موڑ کر گھڑی پہ ٹائم دیکھا، ڈیوٹی سے واپسی پر یہ گھنٹہ اب جم جانے کا تھا مگر ماہا کی فرمائش۔

"خیریت، آج کیا خاص ہے بھئی۔" اس نے استفسار کیا۔

"کل شب برات ہے ناں تو اس لیے ہادیہ آپی کو چیزیں دینے جانی ہیں۔" ماہا کے کہنے پر اس نے حیرت سے ماہا کو دیکھا۔

"کیوں بھئی، ہادیہ کیا شب برات پہ کھانے پینے کا اسٹال لگانے لگی ہے۔" عباس حیدر کی بات پہ ماہا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ارے نہیں بھائی یہ دراصل رسم ہوتی ہے منگنی کے بعد خاص مواقع پہ لڑکے والے لڑکی کے لیے چوڑیاں کپڑے وغیرہ لے کر جاتے ہیں۔" ماہا نے مدبرانہ انداز میں سمجھانا چاہا تو عباس حیدر نے کندھے اچکائے۔

"جو مرضی آئے رواج بنا لیتے ہیں ہمارے ملک میں، حالانکہ اسلام میں تو ایسی کوئی رسم نہیں ہے۔" عباس کی بات پہ ماہا نے شرارت سے سر اٹھایا۔

"آپ غصے کی وجہ سے کہہ رہے ہیں بتاؤں گی میں ہادیہ آپی کو۔" ماہا کی بات پہ عباس کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"تمہاری ہادیہ آپی ڈی آئی جی ہیں جو مجھے ڈراوے دے رہی ہو، خیر غصے کی بات نہیں میں تو ایسے ہی کہہ رہا تھا۔" عباس نے ماہا کے انداز میں کہتے ہوئے بات ختم کی۔

"پہلے تو پھر ہمیں چھوڑ آئیں پہلے ہی کافی ٹائم ہو گیا ہے۔" ماہا کے کہنے پہ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"او کے تم چلو میں آ رہا ہوں۔" برش کرتا گاڑی کی چابی اٹھائے وہ باہر نکل کر نیچے آیا تو ماما اور ماہا تیار کھڑی تھیں۔

"تم بھی چلو ناں عباس۔" ماہا نے اسے ساتھ چلنے کو کہا۔

"نہیں ماما، مجھے ابھی جم جانا ہے اس کے بعد ایک دوست کی طرف جانا ہے کافی عرصے بعد اس سے ملاقات ہوگی۔" عباس کے کہنے پر انہوں نے خفگی سے اسے گھورا۔

"کبھی تو تھوڑا ٹائم ہمیں بھی دے دیا کرو، ہر وقت بھاگ دوڑ، مصروفیت۔" انہوں نے شکوہ کیا تو عباس نے محبت بھرے انداز میں انہیں دونوں کندھوں سے تھام لیا۔

"ماما اب ایسے تو نہ کہیں جب بھی فارغ ہوتا ہوں آپ کے پاس ہی ہوتا ہوں۔" اس نے محبت سے کہا۔

"بس رہنے دو تم، جتنا وقت تم ہمارے ساتھ گزارتے ہو اچھی طرح سے علم ہے مجھے۔" زاہدہ بیگم نے پیار بھری خفگی سے کہا اور اس

Famous Urdu Novels

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

پہلے کہ عباس کچھ بول پاتا ماما فوراً بیچ میں کود پڑی۔

"اوہو... ماما... بس کریں اب نہ تو بھائی مانیں گے نہ ہی آپ پھر فائدہ، ایسا نہ ہو کہ ماموں کے گھر جانے کا پروگرام کینسل ہو جائے۔" ماما کے یاد دلوانے پر زاہدہ بیگم بھی سر ہلاتی چادر اوڑھنے لگیں۔

"ارے ہاں چلو عباس ہمیں جلدی سے چھوڑ آؤ واپسی پہ بھائی خود چھوڑ جائیں گے اور اگر کوئی انتظام نہ ہوا تو تمہیں کال کر دوں گی ٹھیک۔" ان کے کہنے پر عباس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اگر ماموں گھر نہ ہوئے یا کوئی اور مسئلہ ہوا تو فون کر دیجیے گا میں پک کر لوں گا۔"

گاڑی کا دروازہ کھولتے اس نے کہا تو زاہدہ بیگم سر ہلاتی گاڑی میں بیٹھ گئیں جبکہ ماما پہلے سے ہی بیٹھ چکی تھی، عباس نے اپنی سیٹ سنبھالتے گاڑی اسٹارٹ کی اور چوکیدار کے پہلے سے وا کیے گیٹ میں سے وہاں سے نکال کر لے گیا۔

☆☆☆

"السلام علیکم تایا جی!" کالج یونیفارم میں تیار کھڑی ام اسوہ نے اندر داخل ہوتے چوہدری اکبر کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام کہاں کی تیاری ہے۔" انہوں نے اچنبھے سے اسے دیکھا اور ام اسوہ کو گیٹ تک خدا حافظ کہنے آئی ہوئی خدیجہ بیگم نے جلدی سے آگے بڑھ کر انہیں مطمئن کرنا چاہا۔

"وہ بھائی جی اسوہ کا آج پریکٹیکل ہے نا آپ کو پتا تو ہے، بس دو گھنٹے کا پرچہ ہے پھر اس کے بعد سیدھی گھر اور میری بچی ایف ایس سی کر لے گی اور بھائی جی میں نے اسوہ سے پوچھ لیا ہے جب چھوٹا اسوہ تم ایزی ہو رہی ہے۔" انہوں نے جلدی جلدی بات کرتے آخر میں چوہدری اکبر کے مطلب کی بات کر کے ان کا دھیان ہٹایا اور اسوہ کو تیزی سے باہر کھڑی گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا جو ان کے کہنے پہ ڈرائیور باہر نکالے کھڑا تھا۔

"ہوں تو کیا کہا پھر اسوہ نے؟" چوہدری اکبر بے دھیانی میں اسوہ کی طرف دیکھتے خدیجہ بیگم کی طرف متوجہ ہوئے۔

"اس نے کہا ہے کہ جو آپ کو مناسب لگے اسے وہی فیصلہ منظور ہوگا جو آپ دونوں بھائیوں کی باہمی مشورے سے ہوگا۔"

"ہوں چلو پھر آج اصغر آتا ہے تو فائنل بات کرتے ہیں اور پھر ویاہ کی تیاری کرو تم لوگ ان کڑیوں کے تو ہزاروں بکھیڑے ہوتے ہیں اچھا ہے وقت پہ سب تیار ہو۔"

چوہدری اکبر کہتے اندر کی طرف بڑھ گئے اور خدیجہ بیگم آنکھ میں آئی نمی غیر محسوس انداز میں صاف کرتیں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں، ان کے لب مسلسل ورد کر رہے تھے اور دل ایک انجانے خدشے کے تحت معمول سے ہٹ کر دھڑک رہا تھا، یا اللہ میری بچی کی حفاظت فرمائیں مولا، انہوں نے اندرونی خلفشار سے نظریں چرا کر دعا کی اور بے چینی سے کمرے کے چکر کاٹنے لگیں۔

☆☆☆

"ماما پلیز مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" ماما جیسے ہی کالج میں داخل ہوئی ام اسوہ نے بغیر سلام دعا کے اس کا ہاتھ پکڑا اور تیزی سے درختوں کی قطار کے پیچھے لے گئی جہاں وہ پچھلی نگاہ میں کسی کو نظر نہیں آ سکتی تھیں۔

"خیریت ام اسوہ، ایسی کیا افتاد آن پڑی جو تم یوں بغیر سلام دعا کے اور باقی سب کہاں

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ہیں؟" ماہا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"میں ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آئی ہوں اور تمہارا یہیں کھڑے ہو کر انتظار شروع کر دیا۔" اسوہ نے اس کے سوالوں کے جواب دیے۔

"ماہا میں تم سے ایک دوست کی حیثیت سے اگر مدد مانگوں تو کیا تم میری مدد کرو گی؟" ام اسوہ کے غیر متوقع سوال پہ ماہا نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"ہاں ضرور اگر میرے لیے ممکن ہوا تو ہر طرح سے تمہاری مدد کروں گی ان شاءاللہ۔ کیا آج پریکٹیکل کی تیاری نہیں تمہاری؟" ماہا کے جواب پہ ام اسوہ دھیرے سے مسکرائی۔

"یہ تو ایک عام سا پریکٹیکل ہے ماہا جبکہ مجھے اپنے ایک اور امتحان میں تمہاری مدد چاہیے، زندگی کے امتحان میں۔" ام اسوہ کے جواب پہ ماہا ناسمجھی کی کیفیت میں اسے دیکھے گئی اور ماہا کے کچھ نہ پوچھنے پہ ام اسوہ نے خود ہی اسے دھیرے دھیرے تمام احوال کہہ سنائے اور اس کی باتیں سن کر ماہا گویا سکتے کی سی کیفیت میں آ گئی۔

"او مائی گاڈ تم پچھلے دو سال سے یہ اذیت سہہ رہی ہو اور ہمیں بتانا تک گوارا نہیں کیا؟" ماہا بے ساختہ چیخی تھی۔

"دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے ماہا، ہمیں جب اپنوں کا ہی یقین نہیں تھا تو پھر کسی اور پہ کیا بھروسہ کرتے اور پھر ہماری نئی نئی دوستی میں کیسے کسی پہ اعتبار کر لیتی۔" آنکھوں میں آئی نمی جھٹکتے ہوئے ام اسوہ نے جواب دیا تو ماہا سر ہلا کر رہ گئی۔

"چلو خیر کوئی بات نہیں اب یہ بتاؤ مجھ سے کس قسم کی مدد چاہتی ہو؟" ماہا نے کہا تو ام اسوہ نے ایک لمحے کا توقف کیا۔

"ماہا تمہارے بھائی پولیس میں ہیں اگر وہ میری کوئی مدد کر سکیں؟ لیکن یہ سب چھپ کر آف دی ریکارڈ ہو گا، کیونکہ اگر میرے تایا کو بھنک بھی پڑ گئی تو آئی جی تو کیا وہ بڑے سے بڑے آفیسر کے ذریعے سے تمہارے بھائی کو پریشرائز کر سکتے ہیں، لیکن اگر میں کچھ عرصے تک تمہارے گھر میں روپوش ہو جاؤں تو کسی کو بھی شک نہیں گزرے گا، میری اور تمہاری دوستی کے بارے میں کوئی نہیں جانتا اور اگر ایسا ہو بھی گیا تو بھی تمہارے بھائی کچھ تو معاملہ سنبھال ہی لیں گے۔" ام اسوہ نے کہا تو ماہا نے گہری سانس بھری۔

"ہوں مجھے تو بظاہر اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آ رہی لیکن مجھے یہ سب بھائی سے پوچھنا پڑے گا شاید وہ ہمیں کوئی بہتر مشورہ دے سکیں۔" ماہا کے کہنے پہ اسوہ نے سنجیدگی سے اسے ایک نظر دیکھا۔

"ماہا تمہیں یقین ہے ناں کہ تمہارے بھائی عام پولیس آفیسرز کی طرح کے نہیں ہیں ایسا نہ ہو کہ میرے تایا کے دباؤ میں آ کر وہ مجھے ان کو واپس دے دیں، اگر ایسا ہوا تو یقین کرو وہ ایک لمحہ نہیں لگائیں گے مجھے قتل کرنے میں کیونکہ ایک معقول وجہ ان کے ہاتھ آ جائے گی۔" ام اسوہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں اسوہ ایسا بالکل نہیں ہو گا، میں تمہاری کیفیت سمجھ سکتی ہوں لیکن تم اطمینان رکھو میرے بھائی ایک بہت ایماندار آفیسر ہیں اور پھر میرے حوالے سے تم انہیں بھی عزیز ہو گی۔" ماہا کے تسلی دینے پہ اسوہ کچھ پرسکون ہو گئی، تھوڑی دیر میں سندس، ردا اور کنزا بھی آ گئیں تو وہ سب باتوں میں مشغول ہو گئیں، پریکٹیکل کے اختتام پہ ردا اور کنزا تو اپنی وین پہ چلی گئیں، جبکہ سندس ماہا کے گھر جانے کا پروگرام بنائے بیٹھی تھی، ماہا ان دونوں کو باتوں میں مشغول چھوڑ کر باہر گئی اور

تھوڑی دیر بعد جب اس کی واپسی ہوئی تو ہاتھ میں کچھ کے ڈبے تھے جو اس نے ایک ایک ان دونوں کو پکڑا دیا۔

"سندس پلیز ذرا کینٹین سے بوتلیں تو پکڑ لاؤ۔" ماہا نے سندس سے کہا تو وہ سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی، سندس کے جاتے ہی ماہا نے تیزی سے اپنے بیگ سے اپنی چادر نکال کر ام اسوہ کو تھمائی۔

"باہر کالے رنگ کی گاڑی کھڑی ہے پولیس ہوٹر والی یہ چادر اوڑھو اور بھائی کو جا کر ساری بات بتاؤ، میں نے انہیں بتایا تو وہ کہنے لگے کہ وہ تم سے بھی کچھ سوال جواب کرنا چاہتے ہیں، وہ خود ہی تمہیں بتائیں گے کہ آگے کیا کرنا ہے، میں سندس کے ساتھ رکنے میں گھر چلی جاؤں گی، جلدی کرو سندس آنے والی ہو گی۔" ماہا کے تیزی سے کہنے پہ وہ بھی جلدی جلدی چادر اوڑھتی باہر نکل آئی جہاں عباس حیدر گاڑی کا دروازہ کھولے اس کا منتظر تھا، اسوہ کے بیٹھتے ہی اس نے ایک گہری نظر اسوہ پہ ڈالی اور گاڑی سٹارٹ کر کے سڑک پہ لے آیا۔

"جی مس مجھے ماہا نے آپ کے بارے میں بتایا ہے، لیکن میں آپ سے بھی سب جاننا چاہتا ہوں گا۔" عباس حیدر کے کہنے پہ ام اسوہ نے دھیرے دھیرے اسے ساری بات کہہ سنائی۔

"لیکن آپ دونوں ماں بیٹی قانونی مدد کیوں نہیں حاصل کرتیں، اگر آپ کو شک ہے کہ آپ کے تایا آپ کے والد کے اغواء میں ملوث ہیں تو پھر آپ کو ان پہ مقدمہ درج کروانا چاہیے۔" عباس حیدر کے کہنے پہ اسوہ نے آنسو بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"امی کا خیال ہے کہ اگر ہم نے ایسا کیا تو وہ کہیں بابا کو نقصان نہ پہنچا دیں یا پھر مجھے؟ بس اسی ڈر سے اور یہی حقیقت ہے وہ لوگ جائیداد کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں اگرچہ امی نے کہا تھا کہ سب جائیداد لے لیں لیکن مجھ سے شادی والی بات رہنے دیں، مگر اس پہ تایا نے امی کو اچھی خاصی دھمکیاں دی تھیں، آپ پلیز مجھے کچھ دنوں کے لیے اپنے گھر پناہ دے دیں ہو سکتا ہے کہ میری گمشدگی کی صورت میں وہ میرے بابا کو رہا کر دیں اور پھر بابا ساری جائیداد ان کے حوالے کر کے مجھے خاموشی سے آپ کے گھر سے لے جائیں گے۔" ام اسوہ نے منت بھرے لہجے میں کہا تو عباس حیدر اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"لیکن یہ تو ایک مفروضہ ہے ناں ضروری تو نہیں آپ کے بابا انہوں نے ہی قید کیے ہوں اور اگر ایسا ہی ہو تو پھر بھی خدانخواستہ آپ کے بابا کو وہ۔۔۔" عباس حیدر نے بات ادھوری چھوڑ دی، مگر ام اسوہ کی تڑپ نے جتلا دیا کہ وہ اس کا مفہوم سمجھ گئی ہے۔

"اللہ نہ کرے ایسا ہو اور اگر ہوا بھی تو بھی آس تو ختم ہو جائے گی ناں، حقیقت لاکھ تلخ سہی مجھے ہر حال میں اس کا سامنا تو کرنا ہی ہے۔" اسوہ کی بات پہ عباس اسے دیکھ کر رہ گیا اتنی چھوٹی سی عمر میں یہ لڑکی کتنی بڑی مصیبت میں گرفتار تھی، اس لمحے اسے جی بھر کے ان لوگوں پہ غصہ آیا تھا جو اس معصوم کی خوش رنگ آنکھوں میں اداسی اور خوف پھیلانے کا سبب بنے تھے، اگر اس کا بس چلتا تو وہ شاید انہیں زندہ درگور کر دیتا کہ ایسے لالچی لوگوں کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا لیکن وہ قانون کا رکھوالا تھا اور قانون کی پاسداری اس کا اولین فرض۔

"چلیں ٹھیک ہے پھر ایسا بھی کر کے دیکھ لیتے ہیں لیکن معذرت کے ساتھ میں آپ کو اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتا کیونکہ تفتیش کی صورت میں

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

بابا کی آپ سے دوستی سامنے آجائے گی۔'' عباس کی بات پہ اسوہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا اور بے ساختہ بول اٹھی۔

''میرے واپس جاتے ہی میرا نکاح کر دیا جائے گا اور میرے فرار کے سارے راستے بند ہو جائیں گے۔'' اسوہ کے کہنے پہ عباس دھیرے سے مسکرایا۔

''میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ واپس چلی جائیں بلکہ میں اپنے ایک دوست کے گھر آپ کو چھوڑ آؤں گا وہ بھی میری طرح ایس پی ہیں اور ہیں بھی لڑکی آپ کو وہاں رہنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔'' عباس کے کہنے پہ اسوہ کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی اور وہ اثبات میں سر ہلاتی رخ موڑ گئی جبکہ عباس نے فون نکال کر عروہ کی گھر میں موجودگی کی تصدیق کی اور پھر گاڑی کا رخ عروہ کے گھر کی طرف موڑ دیا۔

☆☆☆

خدیجہ بیگم بے چینی سے کمرے کے چکر کاٹ رہی تھیں، ام اسوہ کو گھر سے گئے چار گھنٹے ہو گئے تھے اور اب تک اسے گھر واپس پہنچ جانا چاہیے تھا اور اگر پلان کے مطابق وہ بابا کے ساتھ جا چکی تھی تو پھر اسے فون تو کر دینا چاہیے تھا جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا ان کی پریشانی بڑھ رہی تھی، ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ان کے ہاتھ میں پکڑے موبائل نے وائبریٹ کرنا شروع کر دیا انہوں نے تیزی سے بٹن دبا کر فون کان سے لگایا۔

''ہیلو۔'' انہوں نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''امی۔'' اسوہ کی آواز نے ان کے اندر توانائی بھر دی۔

''میری جان۔'' خدیجہ بیگم کے منہ سے بمشکل نکل سکا اور دوسری طرف اسوہ بھی ماں کی کیفیت سمجھ گئی تھی جبھی دھیرے دھیرے انہیں عباس حیدر سے کی گئی ساری باتیں اور آخر میں عروہ کے پاس ٹھہرنے کا بتایا ابھی اسوہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھی کہ اچانک چوہدری اکبر کے زور زور سے بولنے کی آوازیں آنے لگیں انہوں نے تیزی سے ہاتھ میں پکڑے موبائل کو کھول کر سم نکالی اور بیٹری دوبارہ موبائل میں ڈال کر موبائل دراز میں پھینک دیا اور خود تیزی سے واش روم کی طرف بڑھ گئیں، سم کے دو ٹکڑے کر کے فلش میں بہا دیا اور خود باہر آ کر کمرے سے باہر نکلی تھیں کہ چوہدری اصغر سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

''ام اسوہ کہاں ہے؟'' غصے سے پوچھے گئے سوال نے ان کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ جگا دی۔

''ک۔۔۔ک۔۔۔ کالج۔۔۔ گئی ہے۔۔۔

کیوں۔۔۔ خیریت ہے؟'' باوجود کوشش کے بھی ان کی زبان لڑکھڑا ہی گئی، ان کی بات ادھوری رہ گئی کیونکہ چوہدری اصغر کے بھاری ہاتھ کا تھپڑ پوری شدت سے ان کے گال پر پڑا اور وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹ گئیں، تکلیف کی شدت سے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''الو کی بچی، وہ حرام زادی کالج [illegible] پچھلے دو گھنٹوں سے ڈرائیور وہاں کھڑا رہا تھا اور وہ منحوس اسے چکما دے کر بھاگ گئی کہاں بھیجا ہے تو نے اسے؟'' خدیجہ بیگم کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے چوہدری اصغر [illegible] خدیجہ بیگم کے ساتھ ساتھ ثمینہ کی بھی چیخیں نکل گئیں۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں مجھے کچھ پتہ نہیں مجھے تو اس نے خود کہا تھا کہ جس سے چاہیں اس کی شادی کر دیں، کہیں میری اسوہ اغوا [illegible]'' خدیجہ بیگم کی بات چوہدری اصغر کے جھٹکے سے چھوڑنے پہ پھر ادھوری رہ گئی تھی۔

[illegible] بلکہ کسی یار کے ساتھ بھاگ گئی ہوگی لیکن تم یاد رکھنا چھوڑوں گا تو میں بھی نہیں اسے پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالوں گا، اتنی کروڑوں کی زمین ہمارے پرکھوں کی نشانی یوں وہ پیچ کسی اور کی جھولی میں ڈال دے یہ چوہدری اصغر کی غیرت گوارا نہیں کر سکتی، چاہے بیوہ کر کے ہی کسی ایک بار تو ضرور اسے اپنے بیٹے کی دلہن بناؤں گا اور اس کے بعد اگر میرا غیرت مند چڑھا اسے گولی بھی مار دے تو بھی کوئی اسے کچھ نہیں کہہ سکتا اور تم دیکھنا اس کے ساتھ ہوگا بھی یہی۔'' چوہدری اصغر منہ سے کف اڑاتا اپنی بات کہہ کر باہر کی طرف چلا گیا جبکہ خدیجہ بیگم وہیں زمین پہ بیٹھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں اور ثمینہ بیگم انہیں گلے سے لگائے خاموشی سے تھپکے جا رہی تھیں کہ حرف تسلی بھی تو ان کے دامن میں نہ تھا دونوں بیبیاں وڈیروں کے طور طریقے اچھے سے جانتی تھیں اب اسوہ کی واپسی گویا اس کی موت ہی تو تھی۔

''یا اللہ میں نے تیرے آسرے پہ اتنا بڑا رسک لیا ہے میرا، میرے شوہر اور میری بیٹی کی حفاظت کرنا میں سوالی ہوں۔'' پھوٹ پھوٹ کر روتے انہوں نے دل ہی دل میں اپنے پیاروں کی خیریت کی دعا مانگی۔

☆☆☆

''کرم داد۔۔۔ کرم داد۔۔۔'' چوہدری اصغر کی زوردار آواز پہ کرم داد بھاگتا بھاگتا اس کے پاس آیا۔

''جی سائیں۔۔۔ حکم۔۔۔'' دونوں ہاتھ جوڑے۔

''اس کی آنکھوں پہ پٹی باندھو اور اسے بگھیر روڈ تک چھوڑ آؤ، آگے سے خود ہی گھر پہنچ جائے [illegible]'' چوہدری اصغر کے منہ سے یہ بات سن کر کرم داد حیران رہ گیا، چوہدری اصغر اور کسی اغوا شدہ کو رہا کرے؟

''جی سائیں!'' حیرت کی زیادتی سے اس کی آواز کپکپا گئی۔

''اوئے اک واری کا کیا ہوا تجھے سمجھ نہیں آتا جا جلدی کر اسے پہنچا کر آ۔'' چوہدری اصغر کے غصے سے کہنے پر کرم داد تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

''سچ کہتے ہیں ہاتھی مرا بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے، اب بچی کی یاریوں کے قصے سنے گا تو خود ہی غیرت کے مارے زمینیں ہمارے نام کر دے گا پھر دونوں باپ بیٹی جائیں بھاڑ میں ہماری بلا سے۔'' مونچھوں کو تاؤ دیتے چوہدری اصغر نے خود کلامی کی اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا آج پورے دس دن بعد جب تمام تر کوشش کے باوجود بھی اسوہ کا کچھ پتہ نہ چل سکا تو چوہدری اصغر نے چوہدری اکبر سے مشورہ کر کے چوہدری احمد حسن کو رہا کر دیا تھا تا کہ اسوہ کی غیر موجودگی کو غلط رنگ میں پیش کر کے تمام زمینیں ہتھیا لیں اور برادری کی ذلت و خواری سے بھی بچت ہو جاتی، چوہدری اصغر نے بہت سوچ سمجھ کر بساط بچھائی تھی اور اب اپنی جیت کا منتظر تھا۔

☆☆☆

''چلو سائیں۔'' کرم داد نے دروازے کے دونوں پٹ وا کرتے چوہدری احمد کو باہر نکلنے کا عندیہ دیا۔

''کیا مطلب، تم نے کر لیا انتظام؟'' چوہدری احمد نے سوال کیا۔

''نہیں سائیں اس کی تو نوبت ہی نہیں آئی چوہدری اصغر نے خود ہی آپ کو بگھیر روڈ چھوڑنے کا کہا ہے۔'' کرم داد کے کہنے پر چوہدری احمد

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

نے پرسوچ انداز میں سر اٹھایا۔

"لیکن...... کیوں......؟" کرم داد نے چوہدری کے سوال پر لاعلمی میں کندھے اچکائے۔

"کیا کہہ سکتا ہوں سرکار، شاید ان کا مقصد پورا ہو گیا ہو، ورنہ چوہدری اصغر اور بندہ چھوڑ دے، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ تو تڑپا تڑپا کے مارنے کا قائل ہے آپ سے رشتہ داری کا لحاظ کر گیا شاید۔" کرم داد کی بات پہ چوہدری احمد تڑپ اٹھے۔

"نہیں۔" سر کو نفی میں ہلاتے انہوں نے زور سے کہا۔

"او میرے خدا کہیں انہوں نے اسوہ کی شادی اپنے ملنگوں میں سے کسی کے ساتھ تو نہیں کر دی۔" چوہدری احمد نے ماتھے پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے سائیں ایسا ہی ہو۔"

"لیکن یہ تو آپ کو گھر جا کر ہی پتا لگے گا ناں، اللہ سب خیر کرے سائیں پر سائیں ہے تو آپ مشکل میں پریشانی میں لیکن مجھ نمانے کی عرض یاد رکھنا اللہ نے اگرچہ خود ہی چوہدری اصغر کے دل میں آپ کے لئے رحم ڈال دیا ہے لیکن پھر بھی کوشش کر کے چھڑا لو میں اگر مجھ غریب کو اس گناہوں کی دلدل سے نکال دو تو تمام عمر دعائیں دوں گا۔" کرم داد کے کہنے پہ چوہدری احمد نے گہری سانس بھری۔

"تم کاغذات بنواؤ کرم داد میں تمہارا تمام خرچہ اٹھاؤں گا، حالات خواہ کچھ بھی ہوں تم سے کیا وعدہ ضرور نبھاؤں گا۔" چوہدری احمد نے کرم داد کو جواب دیتے باہر کی طرف قدم بڑھائے تو کرم داد بھی اس کے ساتھ ہو لیا، راستے بھر ان میں کوئی بات چیت نہ ہوئی تھی چوہدری احمد اپنی سوچوں میں گم تھا اور کرم داد نے اسے چھیڑنا مناسب نہ سمجھا، گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تو چوہدری احمد کی سوچوں کو بھی بریک لگ گئے انہوں نے آنکھوں پہ بندھی پٹی کھولی اور گاڑی سے باہر نکلنے لگے۔

"سائیں اللہ آپ کی مشکل آسان کرے اور آپ کی دھی کو ہر مصیبت سے بچائے۔" کرم داد نے دل سے دعا دی، چوہدری احمد اس کے خلوص پہ دل ہی دل میں مشکور ہوئے۔

"سنو کرم داد اپنا موبائل نمبر مجھے دے دو میں نیا موبائل لے کر تم سے ضرور رابطہ کروں گا۔" چوہدری احمد کے کہنے پہ کرم داد نے جلدی سے سامنے پڑی کاپی اٹھائی اور نمبر لکھ کر ورق پھاڑی اور چوہدری احمد کی طرف بڑھایا، چوہدری احمد نے جھٹ جیب میں رکھ لیا اور کالونی کی طرف جانے والے راستے پر مڑ گیا، تقریباً تین منٹ بعد وہ اپنے گھر کے سامنے تھا۔

☆☆☆

"ارے سائیں آپ، کہاں تھے آپ، دونوں بیٹیوں نے تو رو رو کر کوئی کسر نہ چھوڑی، شکر سائیں آپ مل گئے جی۔" چوکیدار نے جیسے ہی چوہدری احمد کو دیکھا تیزی سے اس کے پاس آ کر بے ربط الفاظ میں خوشی کے مارے اسے سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ کس کی بات پہلے کرنی ہے اور کون سی بعد میں، چوہدری احمد نے دھیرے سے اسے سمجھایا۔

"سائیں بڑا عرصہ بڑی بی بی اور چھوٹی بی بی نے آپ کا انتظار کیا اور پھر بڑے سائیں اپنے ساتھ گاؤں لے گئے، کہ جب آپ آئیں گے تو دونوں بیبیاں بھی گھر آ جائیں گی۔" چوکیدار کے تفصیلاً بتانے پہ وہ سر ہلاتے اندر کی طرف گئے۔

ٹھنڈے پانی کا جگ اور گلاس لئے چوکیدار کی بیوی شیداں فوراً باہر آئی اور تقریباً اپنے میاں کے ہی الفاظ میں خوشی کا اظہار کیا۔

"سائیں آپ نہا کر کپڑے بدل لو میں اتنے میں آپ کے لئے کھانا پکا دیتی ہوں، آپ بتاؤ آپ کا کیا کھانے کو دل چاہ رہا ہے۔" شیداں کی بات پہ چوہدری احمد نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں شیداں میں بس نہا کر گاؤں چلا جاؤں گا تم زحمت مت کرو۔" چوہدری احمد بات کرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے اچھی طرح نہا کر کپڑے بدل کر باہر آئے اور سائیڈ ٹیبل کی دراز سے گاڑی کی چابی نکالی، ان والٹ میں شناختی کارڈ اور دوسرے وزیٹنگ کارڈز اندر ہی موجود تھے، لیکن نہ تو چیک بک تھی اور نہ ہی اے ٹی ایم کارڈ۔

"ضرور بیٹے نے سنبھال لئے ہوں گے۔" خود کلامی کے انداز میں کہتے انہوں نے والٹ جیب میں رکھا اور باہر نکل آئے انہیں گاؤں پہنچنے کی جلدی تھی، وہاں کی صورتحال سے وہ زیادہ دیر بے خبر رہتے تو یقیناً انہیں کچھ ہو جاتا ان کی عزیز از جان بیٹی اور بیوی اس وقت کس مشکل میں گرفتار تھیں وہ اس حقیقت سے جلد باخبر ہو کر اس مشکل سے چھٹکارا پانے کی تدبیر کرنا چاہتے تھے راستے بھر انجانے وسوسوں نے انہیں گھیرے رکھا، ایسے میں وہ کب گاؤں پہنچے انہیں خود بھی معلوم نہ ہو سکا۔

☆☆☆

"اُف...... عروہ اب جلدی سے آ جاؤ، پچھلے ایک ہفتے سے اس اضافی ڈیوٹی نے تھکا دیا ہے مجھے۔" عباس حیدر خود کلامی کے انداز میں کہتا آگے بڑھا اور دروازے پہ دستک دی، ہمیشہ کی طرح آج بھی ام اسوہ نے دروازہ کھولا تھا بنا پوچھے اور اب ادھ کھلے دروازے میں کھڑی عباس حیدر کو دیکھ کر بے ساختہ مسکرائی اور فوراً سلام کیا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! تمہیں کیا الہام ہوتا ہے کہ میرے آنے کا ٹائم ہے؟" عباس نے بھی مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا تھا، اچانک کسی طرف سے دھیمی روشنی نے ایک پل کو انہیں فوکس کیا اور اگلے ہی پل نیم تاریکی چھا گئی، عباس نے چونک کر سامنے دیکھا، لیکن وہاں کوئی نہ تھا تیز قدموں سے تقریباً بھاگتے ہوئے اس نے اپنا شک دور کرنا چاہا لیکن مطلوبہ جگہ پہ کوئی نہ تھا اور نہ ہی قریب میں کوئی نظر آیا تھا، تبھی عباس واپسی کے لئے مڑ گیا اور حیران کھڑی ام اسوہ کو ایک طرف کرتا اندر داخل ہو گیا، یہ جانے بغیر کہ اس کے پیچھے دروازہ بند ہوتے ہی سامنے والے فلیٹ کا دروازہ کھلا تھا اور کوئی بہت تیزی سے وہاں سے رفوچکر ہوا تھا۔

"خیریت ہے کیا ہوا، اس طرح سے کیوں بھاگے آپ؟" ام اسوہ نے پریشانی سے پوچھا تو عباس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں...... کچھ نہیں...... تم بتاؤ کوئی پریشانی وغیرہ تو نہیں، ویسے عروہ پرسوں تک آ جائے گی آج تو اس وقت ان کی منگنی کی تقریب ہو رہی ہو گی۔" گھڑی پہ نگاہ دوڑاتے اس نے کہا۔

"آپ میری وجہ سے نہیں گئے ناں حالانکہ آپ کی اتنی دوستی ہے عروہ آپی سے۔" اسوہ نے شرمندگی سے کہا۔

"ارے نہیں، بلکہ مجھے آف نہیں مل سکا، ایک ہی ڈویژن میں، دو دو ایس پی چھٹی پہ چلے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

[illegible] عباس نے کہا تو نہ چاہتے ہوئے بھی ام اسوہ ہنس پڑی۔

"اچھا تمہارے لیے ایک اچھی خبر ہے ابھی ایک گھنٹہ پہلے تمہارے بابا گاؤں والی حویلی پہنچ گئے ہیں۔" عباس حیدر کے کہنے پہ ام اسوہ گویا اچھل پڑی۔

"کیا...... تھینک گاڈ، اس کا مطلب ہے کہ اب میں جلد ہی اپنے امی بابا کے ساتھ ہوں گی۔" خوشی کے مارے ام اسوہ کی آواز کپکپا گئی اس کے انداز پہ عباس دھیمے سے مسکرا دیا۔

"ان شاء اللہ...... ایسا ہی ہوگا۔" نرمی سے کہتے وہ اٹھ کھڑا ہوا اس کا ذہن ابھی تک اس فلش والی بات میں الجھا ہوا تھا، جبھی ام اسوہ کے بارہا روکنے پہ بھی معذرت کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے عباس صاحب آپ اتنی جلدی جا رہا ہے۔" عروہ کی ملازم نفیسہ خاتون ہاتھوں میں چائے کی ٹرے اٹھائے باہر نکلیں تو بے ساختہ بول اٹھیں۔

"نفیسہ خاتون، آپ کی چائے ادھار رہی، پھر آ کر پی لوں گا بلکہ ساتھ میں عروہ کی منگنی کی مٹھائی بھی کھاؤں گا۔" نفیسہ خاتون سے وعدہ کرتا وہ باہر کی طرف بڑھ گیا، دروازے تک پہنچ کر اچانک واپس مڑا تو اس کے پیچھے اسے خدا حافظ کہنے آنے والی اسوہ بھی رک گئی۔

"تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟" اسوہ کی طرف متوجہ ہوتے اس نے سوال کیا۔

"نہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں شکریہ، آنٹی ماما اور سندس کیسی ہیں؟" ام اسوہ نے جواب دیتے اپنی دوستوں کا پوچھا تھا۔

"دونوں ٹھیک ہیں، ماما بھی تمہیں بہت یاد کرتی ہے اکثر تمہارے بارے میں پوچھتی رہتی [illegible] بات پہ ناراض ہو گئیں کہ تمہیں یہاں کیوں رکھا اپنے ہی گھر میں ٹھہرا لیتے لیکن پھر میرے سمجھانے پہ مان گئیں، وہ بار بار کہہ رہی تھیں کہ اسوہ کو کہو پریشان نہ ہو اللہ تعالیٰ ضرور بہتری کرے گا، فون کرنے اور ملنے کو بے چین تھیں لیکن میں نے احتیاط کے باعث منع کر دیا۔" عباس حیدر نے تفصیلاً تمام احوال کہہ سنایا۔

"میں بھی انہیں بہت یاد کرتی ہوں اب میرے بابا آ گئے ہیں تو ان شاء اللہ جلد ہی مجھے یہاں سے لے جائیں گے تب ضرور آؤں گی آپ کے گھر ماما اور آنٹی سے ملنے اور شکریہ ادا کرنے اور سندس کے ہاں بھی جاؤں گی آپ کی منگنی کے بعد سے تو اب بادیہ آپی سے بھی آشنائی ہو [illegible] بہت نائس ہیں وہ، آپ کا کپل ایک پرفیکٹ کپل ہوگا۔" ام اسوہ بات کرتے کرتے [illegible] اگرچہ اسے عباس حیدر اور اچھا لگنے لگا تھا مگر بادیہ سے منگنی کے بعد وہ کسی کی امانت تھا سو عباس اسے چھوٹے بھائی کی طرح عزیز [illegible] ایسے میں دل میں پنپتی محبت کو دل میں ہی دبا کے اس نے بادیہ اور عباس کے بارے میں جو حقیقت پسندانہ [illegible] دیے تھے، اس کی تعریف پہ عباس بے ساختہ مسکرا دیا۔

"تعریف کا شکریہ، اچھا اب مجھے اجازت اللہ حافظ۔" الوداعی کلمات کہتے عباس حیدر واپسی کے لیے مڑ گیا تو ام اسوہ نے بھی دروازہ بند کیا اور اندر کی طرف بڑھ گئی، اپنے گھر واپس جانے کا خوش کن احساس اسے مسحور کیے دے رہا تھا۔

☆☆☆

"مے آئی کم ان؟" اطلاعی دستک کے ساتھ کمرے کا دروازہ کھلا اور مشہود رضا نے اندر

[illegible] کر کے رسمی انداز میں پوچھنے کا فریضہ ادا کیا اور اندر چلا آیا۔

"آؤ آؤ مشہود بیٹھو، کہو کیا کام، ویسے پولیس کے بارے میں اتنے مزے کی خبر عوام کو ابھی ملے گی۔" سامنے کرسی پہ بیٹھے فواد خان نے مسکراتے ہوئے کہا تو مشہود رضا گہری سانس بھر کر کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"او سر جی یہ تو معاملہ ہی کچھ اور نکلا ہے، اپنے پولیس والے اور کوئی [illegible] خبر عوام کی جھولی میں ڈالیں، نا ممکن۔" مشہود رضا نے [illegible] انداز میں کہا تو فواد خان چونک کر آگے جھک آیا۔

"ہوا کیا ہے سر جی، میں تو سمجھا تھا کہ مس عروہ اور اپنے عباس حیدر کے درمیان کوئی چکر ہے اور دونوں جلد ہی کسی بندھن میں بندھے نظر آ رہے تھے لیکن یہ سب ظاہری طور پہ تھا اصل میں تو وہ لڑکی ہی اور نکلی، یہ دیکھیں تصویر۔" مشہود رضا نے [illegible] فواد خان کی طرف بڑھا دیا۔

"او یہ کیا چکر ہے بھئی؟" فواد خان نے تصویر دیکھتے حیرت سے کہا، ایس پی عباس حیدر ایک ادھ کھلے دروازے کے سامنے تھا اور دروازہ نیم وا کیے لڑکی کا سائیڈ پوز نظر آ رہا تھا اگرچہ پہلی نظر میں لڑکی کی پہچان مشکل تھی لیکن اس کے خدوخال سے یہ واضح تھا کہ وہ لڑکی ایس پی عروہ قطعاً نہ تھی۔

"میں نے مزید تحقیقات کیں تو پتا چلا کہ یہ لڑکی ایس پی عباس حیدر ہی لے کر یہاں آیا تھا اور عروہ کے ہاں ٹھہرائی ہوئی ہے، اس کے علاوہ ایس پی اسفند یار بھی پچھلے دنوں کافی چکر لگاتا رہا ہے مس عروہ کے گھر کے، میری سمجھ سے تو معاملہ باہر ہے۔" کندھے اچکاتے مشہود رضا نے کہا تو فواد خان نے زور سے ٹیبل پہ ہاتھ مارا۔

"اور مجھ سے باہر بھی کچھ ہوا ہے ہم صحافیوں کے لیے صاف سیدھی بات ہے کہ عیاشی کا اڈہ بنایا ہوا ہے ان افسروں نے اس جگہ کو ابھی تک یہ ایک لڑکی ہے جو تصویر میں نظر آئی ہے نجانے اور کتنی ہوں گی، چلو لگاؤ خبر چٹ پٹی سی بنا کر اگر لگ گئی تو تیر نہ لگی تو تکا، خبر کے آخر میں سوالیہ انداز بنا کے پوچھو کہ اصل حقیقت کیا ہے، قانون کے رکھوالے عوام کی عزت کی حفاظت کرنے والے کیا کرتے پھر رہے ہیں جواب دیں؟ بس دیکھنا تم کیسی کھلبلی مچ جائے گی اگر کوئی مضبوط دفاعی جواب آ گیا تو معذرت کر لیں گے اللہ اللہ خیر صلا۔" فواد خان نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے گویا بات ختم کی، صدر، چیف جسٹس اور اعلیٰ افسران کے پرچے اڑانے والے ان کی نیوز چینلز کے لیے عام ایس پیز کے بارے میں کچھ کہنا کیا مشکل تھا، ہاں مشکل تھی تو ان کے لیے جن کی کردار کشی ہونے جا رہی تھی اور جو اعلیٰ افسران کی عدالت میں پیش ہونے والے تھے۔

عباس حیدر، ام اسوہ، عروہ اور اسفند یار کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ اگلے چند گھنٹوں میں ان کی زندگی کس بڑے اسکینڈل سے مشکلات میں پڑنے والی تھی اس کا انہیں قطعاً اندازہ نہ تھا۔

☆☆☆

"احمد بھائی، آپ......؟" رضوانہ بھابھی نے احمد حسن کو گاڑی سے اتر کر حویلی میں داخل ہوتے دیکھا تو بے ساختہ چلا اٹھیں، ان کی آواز سن کر اردگرد سے بے ساختہ کئی چہرے سامنے ابھرے اور انہیں اپنے سامنے پا کر حیران رہ گئے۔

"خدیجہ چاچی، احمد چاچو آ گئے ہیں۔" ایمن اونچی آواز میں چلاتی خدیجہ بیگم کے کمرے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کی طرف بڑھی تھی اور اس کی آواز سن کر خدیجہ خاتون جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئیں۔

"تو میرا شک صحیح نکلا، الٰہی ہمیں اس مشکل سے نکال مولا، میری بچی کے آسانیاں پیدا فرما۔" ان کے دل سے بے ساختہ ام اسوہ کے لیے دعائیں نکلی تھیں، ایمن کے ساتھ وہ بھی باہر آ گئیں جہاں رضوانہ اور ثمینہ بھابھی، ایمن اور خادمائیں احمد کو گھیرے بیٹھی تھیں۔

"کہاں تھے احمد آپ اتنے عرصے تک؟" ثمینہ بھابھی نے سوال کیا تو چوہدری احمد حسن نے ایک نظر ان کے چہرے پہ ڈالی اور بے ساختگی میں سر ہلایا۔

"پتا نہیں بھابھی کون لوگ تھے شاید کسی اور شخص کے مغالطے میں مجھے اغوا کر لیا تھا جب پتا چلا تو چھوڑ دیا۔" احمد حسن نے دھیمے لہجے میں جواب دیا اور پھر چند ایک باتوں کے بعد سب ادھر ادھر ہو گئے ثمینہ اور رضوانہ بھی کھانا بنوانے کی غرض سے کچن میں چلی گئیں، جبکہ ایمان کی کسی کزن کا فون آ گیا تو وہ فون سننے چل دی، اب اتنے بڑے صحن میں خدیجہ اور احمد اکیلے رہ گئے، مرد حضرات گھر سے باہر تھے۔

"آپ کو بھائی جی نے اغوا کروایا تھا ناں احمد؟" سرگوشی میں پوچھے گئے سوال پہ احمد حیران رہ گئے۔

"تمہیں کیسے پتا؟" انہوں نے الٹا سوال کیا۔

"ہم وڈیروں میں یہ کون سی نئی بات ہے، دولت اور جائیداد کے لالچی باہر سے نہیں آتے خود اپنے ہی قریبی عزیز ہوتے ہیں، مجھے اسی لیے ان پہ شک ہوا تھا اور میں نے اسوہ کو ساتھ ملا کر ایک چھوٹا سا ڈرامہ کیا جس کے نتیجے میں آپ ہمارے سامنے ہیں۔" خدیجہ کی بات پہ چوہدری احمد چونک پڑے اسوہ کی غیر موجودگی سے وہ سمجھے تھے کہ وہ کالج گئی ہوئی ہے لیکن خدیجہ کے انداز سے لگتا تھا کہ بات کچھ اور ہے۔

"اسوہ کہاں ہے، خدیجہ؟" انہوں نے بے ساختہ اسوہ کا پوچھا اور جواب میں محتاط انداز میں ادھر ادھر دیکھتے خدیجہ بیگم نے انہیں تمام کہانی سنائی۔

"احمد ہماری بچی اس وقت محفوظ ہاتھوں میں ہے آپ ان کے مطالبات مان کر خود کو چھڑائیں اور پھر ہم اپنی بچی کو یہاں سے کہیں دور کسی دوسرے ملک چلے جائیں گے۔" خدیجہ کے کہنے پہ احمد حسن نے بے ساختہ اپنا ماتھا پیٹ لیا۔

"اف تم عورتوں کی جذباتیت، پتا ہے کہ اب یہ لوگ اسوہ کی کردار کشی کریں گے۔" احمد حسن نے خفگی بھری نظروں سے انہیں دیکھا۔

"معذرت کے ساتھ احمد مجھے اپنی بیٹی کی سلامتی اور خوشیاں زیادہ عزیز ہیں آپ کی اس جھوٹی عزت سے زیادہ، یہ لوگ آپ سے جو جائیداد ہی اپنے نام کروانا چاہتے ہیں کروا دیں، میری تمام جائیداد آپ کا نام اور بینک میں پڑا لاکھوں روپیہ ہمارے لیے ہے، ہم اپنی بچی کی سلامتی کے صدقے میں جائیداد اس سے وار کر پھینک سکتے ہیں پلیز ایسا کچھ نہیں ہوگا جیسا آپ سوچ رہے ہیں لوگ بہت جلد اس بات کو بھول جائیں گے اور جب شفٹ ہی بیرون ملک ہو جائیں گے تو پھر یہ بات یہیں رہ جائے گی۔" خدیجہ بیگم کے التجائی انداز پہ احمد حسن بے ساختہ گہری سانس بھر کر رہ گئے۔

"پتا نہیں کیسے لوگ ہیں وہ..... ہم یوں انجانے لوگوں میں اسوہ کو نہیں بھیجنا چاہتے

[illegible] گئے۔

"انجان نہیں ہیں احمد وہ دو سال سے ہم انہیں جانتے ہیں اور لڑکے کی ماں بہن سے بھی میں ملی ہوں بہت سلجھی ہوئی شریف فیملی ہے آپ تسلی رکھیں اور بس اب یہاں سے جان چھڑوائیں اور خدارا کسی کو بھی شک مت پڑنے دیجیے گا کہ آپ اپنے مجرموں کو جانتے ہیں احمد میرے لیے آپ اور اسوہ دونوں کل کائنات ہیں۔" خدیجہ بیگم نے احمد حسن کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس طرح تو یہ اور شیر ہو جائیں گے مجھے کم از کم باتوں میں تو انہیں جتلانا ہی ہو گا کہ مجھے اغوا کروانے والے کون ہیں؟" احمد حسن نے کہا تو خدیجہ بیگم تڑپ اٹھیں۔

"نہیں احمد آپ پہلے کی طرح لاعلم ہی محسوس کروایئے گا خود کو جیسے بھابھی کو کہا تھا اور یہ یاد رکھیں کہ ہمیں ہر قیمت پہ یہاں سے جانا ہے خواہ کوئی بھی بہانہ بنائیں، ہماری بچی کی پاکدامنی پہ کسی کو بھی شک مت ہونے دیجیے گا جب ہمیں خود معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے احمد تو پھر..... باقی کیا رہ جاتا ہے۔" خدیجہ بیگم نے جب گواہ کے طور پہ اللہ کو شامل کیا تو احمد حسن کی رہی سہی مزاحمت بھی دم توڑ گئی، وہ شک کا بیج جو احمد حسن کے رشتہ داران کے دل میں بوتے خدیجہ بیگم نے اس کو پنپنے سے پہلے ہی نکال باہر کیا تھا اور ہوا بھی یہی، چوہدری اکبر اور چوہدری اصغر نے پہلے تو احمد کی واپسی پہ مصنوعی خوشی کا اظہار کیا اور پھر اسوہ کے عمل پہ اظہار افسوس کرتے اپنی غیرت کی باتیں کرنے لگے۔

"اسوہ میری منگ تھی چاچو، اس نے میری غیرت کو للکارا ہے۔" سلمان مونچھوں کو تاؤ دیتا للکارا تو چوہدری احمد کا دل چاہا کہ اس کا منہ نوچ لیں لیکن خدیجہ کی قسم نے [illegible] مصالحت آمیز رویہ اپنانے پہ مجبور کر دیا، آج اگر میرے بھی جوان بیٹے ہوتے تو میں دیکھتا کہ یہ کیسے مجھے آنکھیں دکھاتے ہیں ایک پل کو احمد حسن کے دل میں خیال آیا تھا اور دوسرے پل اس کو جھٹکتے وہ سلمان کی طرف متوجہ ہوئے، لیکن ابھی وہ کچھ کہہ نہ پائے تھے کہ چوہدری اکبر بول پڑے۔

"احمد حسن اگرچہ تمہارا دکھ بڑا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ اب پنچائیت کی رو سے تمام جائیداد کا وارث سلمان ہی بنتا ہے۔" چوہدری احمد حسن نے بغور انہیں دیکھا۔

"بھائی جی، آپ سے کب میں نے ام اسوہ کے رشتے کے سلسلے میں ہاں کی تھی؟ آپ نے دست سوال ضرور پھیلایا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔" احمد حسن کے جواب پہ وہاں موجود تمام افراد چونک پڑے ثمینہ، رضوانہ اور خود سلمان بھی جسے یہی بتایا گیا تھا کہ اسوہ اس کی منگیتر ہے۔

"تمہارے نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے احمد جب یہ طے ہے کہ ہم لوگ جائیداد غیر خاندان میں نہیں جانے دیتے تو اپنے پرکھوں کی اس روایت کو تم کیسے ختم کر سکتے ہو، تنویر یا سلمان کسی ایک سے ہی تمہاری بیٹی کو بیاہا جانا تھا تو اب پھر یہ آنا کانی کیوں؟ تمہاری بیٹی جو گل کھلا چکی ہے اس کے بعد بھی اگر تم چاہو تو ہم اسے ڈھونڈ کر اپنے بیٹے سے بیاہنے کو تیار ہیں۔" چوہدری اصغر ایک دم گرج کر بولے تھے، احمد نے گہری سانس بھر کر اپنے غصے کو کنٹرول کیا۔

"میری بیٹی کی بات رہنے دیں بھائی صاحب آپ کو اصل مسئلہ زمینوں کا ہے تو میں آپ کو اپنی جائیداد لکھ کر دینے کو تیار ہوں میں

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

اسوہ کو عاق کرتا ہوں اور اپنی جائیداد میں سے آدھی تنویر اور سلمان کے نام کرنے کو تیار ہوں، میری جائیداد میں سے خدیجہ کے نام جو کچھ ہے وہ میں کسی صورت واپس نہیں لوں گا اور رہا اسوہ کے نام کچھ جائیداد کا ہونا تو وہ قانوناً ان کی ملکیت کے لئے جب کیس دائر کرے گی تو میں خود ہی اس سے نپٹ لوں گا۔"

احمد کے جواب پہ دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کو دیکھا بیٹھے بٹھائے اچھی خاصی جائیداد ہاتھ لگنے کی تھی انہیں اور کیا چاہیے تھا، لیکن پھر بھی کچھ اور پانے کی چاہ میں چوہدری اصغر بول ہی پڑے۔

"پھر بھی احمد تم سوچ لو اگر اسوہ سال چھ ماہ بعد واپس آ کر سلمان سے شادی پہ تیار ہو جائے تو ہم مان جائیں گے۔" چوہدری اصغر کی بات سے سلمان نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں ابو جی ام اسوہ کو بھی پتا تو چلے کہ اتنی دولت اور جائیداد کو اور مجھ جیسے وڈیرے کو انکار کر کے وہ کسی ٹٹ پونجیے کے ساتھ کیسے گزارا کرتی ہے، اچھا ہے ساری زندگی جوڑ توڑ میں گزارے۔"

چوہدری سلمان کو اپنی ماموں زاد پسند تھی اور اب جبکہ خود اسوہ نے اس کو موقع دیا تھا تو وہ کیوں کھوتا جبکہ تھوڑی بہت غیرت وہ دکھا چکا تھا اب مزید کچھ کہنا خود کو پھنسانے کے مترادف تھا جبھی وہ صاف ہاتھ جھاڑتے ایک طرف ہو رہے، سلمان کے کہنے پہ خدیجہ بیگم اور احمد حسن نے سکھ کی سانس لی، اگر سلمان اپنی غیرت کا مسئلہ بناتے اسوہ کو ڈھونڈنے اور پھر جان سے مارنے کی بات کرتا تو بھی کچھ نیا نہ تھا کہ یہ تو عام بات تھی لیکن شکر خدا کا کہ وہ صرف دولت کا لالچی نکلا اور ہڈی ملنے پہ دم ہلاتا ایک طرف ہو رہا تھا۔

[illegible] دونوں ہمیشہ کے لئے اس حویلی سے نکل آئے تھے اور اب کی بار انہیں کسی نے بھی نہیں روکا تھا۔

☆☆☆

"آج ہمارا بھی کوئی بیٹا ہوتا تو خدیجہ ہمیں یوں بزدلی سے بھاگنا نہ پڑتا۔" احمد حسن نے دکھ سے کہا تو خدیجہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"کیسی باتیں کرتے ہیں احمد یہ بزدلی نہیں وقت کا تقاضا ہے اور احمد ہم سب جب ایک ساتھ ہیں تو ان زمینوں کی کیا اوقات، ہماری بچی ہی ہمارا اصل اثاثہ ہے اگر خدانخواستہ آپ کی اسوہ کو کچھ ہو جاتا اور یہ زمینیں ہمارے پاس [illegible] تو پھر ہم ان کا کیا کرتے؟ مجھے ان کا [illegible] بس اسوہ سے رابطہ کرتا ہے اور [illegible] آئیں گے گھر لانے کی ضرورت [illegible] بیٹیوں کے پاس چھوڑ آئیں اور جلد از جلد [illegible] ہمیں ان لڑکیوں کا کچھ [illegible] لاؤنج میں کچھ اور ہی ذکر تھیں۔" خدیجہ کی بات پہ سر ہلاتے احمد حسن خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرنے لگے، دونوں اپنی اپنی جگہ اسوہ کو ہی سوچ رہے تھے اور اس سے ملنے کے لئے بے چین تھے۔

☆☆☆

عباس حیدر کچھ دیر قبل ہی گھر پہنچا تھا ابھی فریش ہو کر باتھ روم سے نکلا ہی تھا کہ اس کا موبائل بج اٹھا، موبائل پہ عروہ کالنگ جگمگا رہا تھا۔

"ہیلو۔" بالوں میں ہاتھ چلاتے اس نے موبائل دوسرے ہاتھ سے کان سے لگایا۔

"ہیلو عباس، کہاں ہو؟" عروہ نے بے تابی سے پوچھا۔

"ابھی ابھی گھر پہنچا ہوں، کیوں خیریت ہے؟" عباس نے پوچھا۔

"خیریت کے بچے ذرا ٹی وی لگاؤ اور دیکھو، ہم لوگوں کے متعلق کیا بکواس کی جا رہی ہے اپنے کیریئر کے شروعات میں ہی اس قسم کے اسکینڈل ہمیں کہاں لے جائیں گے وہ سب ایک طرف بلکہ میرے ابا کو اپنی منسٹری اور اسفند کے ابا اور چچاؤں کو اپنی بیورو کریسی پہ ایک لگ رہا ہے۔" عروہ کے تپے تپے لہجے میں کہی گئی بات نے عباس کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

"ایسا کیا ہے ٹی وی پہ ان کے متعلق جو ان کے ساتھ ساتھ ان کے بڑوں کے لئے بھی باعث شرمندگی تھا۔" عباس نے سوچتے سوچتے عروہ کو بتایا ہوا نیوز چینل لگایا اور خود اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے اور ندامت سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

کل رات کے خلاف جو واقعہ اب کھلا تھا اس کی بابت سے کوئی ان کا دل چاہ رہا تھا کہ بچھا فائر کر دو کسی کو ہی دے مارے لیکن یوں کرنے سے کیا ہوتا، [illegible] ان جیسے عزت و کردار پہ جان دینے والے انسان کے لئے یوں اس طرح سے اپنے ہی وقار اور کردار کی دھجیاں بکھرتے دیکھنا بہت مشکل تھا، ابھی وہ اپنا آئندہ کا لائحہ عمل طے ہی نہ کر پایا تھا کہ اسفند کی کال آ گئی۔

"کہاں ہو عباس؟"

"گھر پہ ہی ہوں۔" اسفند یار کے استفسار پر اس نے جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے پھر میں تمہارے گھر ہی آ رہا ہوں۔" اسفند نے کہہ کر کال ڈسکنیکٹ کر دی اور تھوڑی دیر بعد وہ اس کے کمرے میں موجود تھا۔

"ابا کو شوکاز مل بھی چکا ہے کہ وضاحت دیں اور وہ مجھ پہ چڑھ دوڑے ہیں کہ تم اور عباس دونوں الو کے پٹھے ہو، بغیر کسی رشتہ داری کے خواہ مخواہ کی ہمدردی جتانا کتنا مہنگا پڑا ہے اب بھگتو اس سب کو۔" اسفند کی بات پہ عباس کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

"کتنی بڑی غلطی ہو گئی ہم سے اور کچھ نہیں تو رپورٹ ہی درج کروا دیتے تو اور تحفظ کے خیال سے یہاں رکوانے کا بہانہ مل جاتا۔" عباس کے کہنے پہ اسفند نے بغور اسے دیکھا۔

"یہی تو ابا کہہ رہے ہیں کہ تم لوگوں سے پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ہوتے ہوئے اس بے وقوفی کی امید ہرگز نہ تھی اور بقول ابا اس کا صرف ایک ہی حل ہے۔"

"وہ کیا؟" عباس فوراً بول اٹھا۔

"تم ام اسوہ سے نکاح کر لو۔" اسفند نے گویا دھماکا کیا تھا عباس حیدر بیٹھے سے فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا یہ بھلا کس طرح ممکن ہے ایک تو وہ مجھ سے اتنی چھوٹی ہے عمر میں اور دوسرے میری منگنی ہو چکی ہے۔" عباس کی بات پہ اسفند نے گہری سانس بھری۔

"عباس ٹھنڈے دماغ سے سوچو تو اس کا صرف یہی حل ہے، دوسری صورت میں تم، میں اور عروہ تو رگیدے ہی جائیں گے، عروہ کے ابا اور میرے ابا خواہ مخواہ زد میں آئیں گے، پولیس ڈیپارٹمنٹ ہو یا بیورو کریسی تمہیں اچھی طرح سے پتا ہے کہ یہاں ہر کوئی دوسرے کی ٹانگ کھینچتا ہے ایسے میں اتنے گھٹیا الزامات کے بعد ہم اپنی سیٹیاں تو اتروائیں گے ہی ساتھ میں ان کے لئے بھی مصیبت کھڑی کر دیں گے اور رہی ام اسوہ تو اس کا بھی تو سوچو ناں یار وہ بے چاری اس بدنامی کے بعد کہاں قابل قبول رہے گی کسی اور

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

مرد کے لیے۔" اسفند کے کہنے پہ عباس گم صم کھڑا رہا اس نے بولنے کے لیے الفاظ ڈھونڈنا چاہے لیکن وہ تو جیسے گم ہو گئے۔

"عباس، یہ سب کیا ہے؟ ابھی ابھی تمہارے ماموں کا فون آیا ہے، ہادیہ نے رو رو کر آسمان سر پہ اٹھا لیا ہے اور اس رشتے سے بھی انکار کر دیا ہے، میرا دل نہیں مانتا عباس مجھے سچ بتاؤ ورنہ میرے دماغ کی نس پھٹ جائے گی۔" بے تحاشا بہتے آنسوؤں کے ساتھ زاہدہ بیگم دروازے کے بیچوں بیچ کھڑی سراپا احتجاج تھیں۔

"امی وہ لڑکی ام اسوہ ہے۔" عباس نے دھیمے لہجے میں کہا ہادیہ اور ماموں کی بے اعتباری نے گویا اسے مار ہی تو دیا تھا اور اس سے پہلے کہ جان سے پیاری ماں بھی بے اعتبار ہوتی وہ فوراً بولا تھا اور اس کے کہنے پہ زاہدہ بیگم حیران رہ گئیں۔

"میرے خدا، لوگ کیسے کیسے رنگ دیتے ہیں باتوں کو، وہ بے چاری معصوم بچی اس نے کسی کا کیا بگاڑا تھا جو یوں اس طرح سے اسے تماشا بنا دیا، میں ابھی جا کر تمہارے ماموں کو ساری حقیقت بتاتی ہوں۔" زاہدہ بیگم واپسی کے لیے مڑیں۔

"نہیں امی مجھے اپنی بے گناہی کے اشتہار نہیں لگوانے جنہیں ایک عمر میرے ساتھ رہ کر بھی میرے کردار کی پاکیزگی پہ شک ہے وہ مدتوں بھی یونہی بے اعتبار رہیں گے اور مجھے اپنے رشتے کی بنیاد اتنے بودے جذبات پہ نہیں رکھنی، اچھا ہوا انہوں نے خود ہی انکار کر دیا ورنہ اگر ہمیں کرنا پڑتا تو آپ کو خواہ مخواہ شرمندگی اٹھانا پڑتی۔" عباس کی بات پر زاہدہ بیگم نا سمجھی کے عالم میں انہیں دیکھنے لگیں تو اسفند نے انہیں تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔

"اب اس کا واحد حل عباس کا ام اسوہ سے نکاح کر لینا ہی ہے آنٹی۔" اسفند کی بات پہ زاہدہ بیگم چپ رائی سی کھڑی رہ گئیں، بیٹے کو سلاخوں کے پیچھے دیکھنے کی ان میں ہمت نہ تھی اور اس کی بے گناہی اور پاکیزگی کی کوئی گواہی ان کے پاس نہ تھی اور کوئی راہ فرار نہ پا کر وہ نیم رضامندی کی کیفیت میں سر ہلاتی پاس رکھے صوفے پہ بیٹھ گئیں۔

"ٹھیک ہے جو تم لوگ مناسب سمجھو لیکن اسوہ کے والدین ---؟"

"وہ لوگ گھنٹہ بھر پہلے ہی اپنے گھر واپس جا چکے ہیں۔" سامنے دیوار کی دیکھتے عباس نے بتایا تو زاہدہ بیگم فوراً اٹھ کھڑی ہو گئیں۔

"تم مجھے ان کے گھر لے چلو میں خود انہیں ساری بات بتا کر سمجھانے کی کوشش کروں گی کیونکہ بہر حال آخری فیصلہ انہی کا ہو گا اب۔" ان کی بات پہ عباس سر ہلاتا اٹھ کھڑا ہوا تو اسفند نے بھی ان کی پیروی کی اور اس میٹنگ کے ٹھیک ایک گھنٹے بعد عباس حیدر کا نکاح ام اسوہ سے کر دیا گیا، ایک ماہ پہلے کی تاریخ ڈال کر۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد عروہ، عباس اور اسفندیار نے پولیس کانفرنس کے ذریعے یہ ثابت کر دیا کہ ان پر لگائے گئے الزامات بے بنیاد تھے اسفندیار اور عروہ کی منگنی کی تقریب میں بڑے بڑے بیورو کریٹس اور پولیس کے اعلیٰ افسران شامل تھے سو ان کی منگنی کے گواہ کافی تھے جبکہ عباس حیدر اور ام اسوہ کے کردار کی گواہی ان کے نکاح نامے نے دی ایسے میں فواد خان نے سارا ملبہ مشہود رضا پہ ڈالتے معافی مانگ لی اور مشہود رضا دفتری خرچے پہ پندرہ دن کے لیے سنگاپور چھٹیاں منانے چلا گیا یہ آف دی ریکارڈ تھا کیونکہ آن دی ریکارڈ مشہود رضا کو نوکری سے برخاست کر دیا گیا تھا، پندرہ دن بعد معاملہ ٹھنڈا ہو جاتا تو مشہود رضا بھی نئے سرے سے تازہ دم ہو کر کسی اور کی خبر بنانے سرگرم ہو جاتا، کیونکہ موجودہ پاکستانی میڈیا یونہی سوچے سمجھے بغیر ہر کسی کی ذات کے بخیے ادھیڑنے میں مصروف تھا۔

☆☆☆

شام کے دھندلکے ہر طرف پھیلے تھے کھڑکی کے کھلے پٹ سے اندر آتی ہوا بار بار ام اسوہ کے چہرے پہ بالوں کی لٹیں بکھرا جاتی اور وہ ایک ہاتھ سے انہیں کان کے پیچھے اڑستی حیرت زدہ سی وہیں کھڑکی میں کھڑی تھی، اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ امی اور بابا کے ملنے کے ساتھ ساتھ اسے عباس حیدر بھی بلا شرکت غیرے مل چکا تھا۔

"کیا دل میں چھپی خواہشیں یوں بھی تعبیر کا روپ دھارتی ہیں؟" سرسراتی ہوا سے گویا اس نے سوال کیا تھا اور اس کے جواب میں ایک نرم جھونکا شرارت سے اس کے چہرے سے ٹکراتے ہوئے گلدان میں سجے کئی پھول بھی اس پہ نچھاور کرتی ہوا نے گویا اس کے سوال کا مثبت انداز میں جواب دیا تھا، ہوا کی گدگداتی شرارت نے بے ساختہ اس کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔

"اسوہ، مبارک ہو رمضان کا چاند نظر آ گیا ہے۔" خدیجہ بیگم نے اندر داخل ہوتے ہوئے اطلاع دی اور آگے بڑھ کر اسوہ کو گلے سے لگا کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

"میری بچی کے لیے کتنا بابرکت ثابت ہوا ہے یہ مہینہ اللہ نے اتنا قابل اور خوبصورت شخص اس کا مقدر بنایا ہے۔" اسوہ کو ساتھ لگائے وہ بیڈ تک چلی آئیں اور ہاتھ تھام کر اسے سامنے بٹھا لیا۔

"تم خوش ہو ناں اسوہ، عباس تمہیں اچھا لگا ناں؟" خدیجہ بیگم نے انجانے خدشے کے تحت پوچھا تھا، جس بچی کی خوشیوں کے لیے ان میاں بیوی نے اتنی تکلیفیں سہی تھیں وہ اگر اب بھی ناخوش رہتی تو ان کی اتنی جدوجہد بے کار تھی، ام اسوہ نے ان کی بات کا جواب دینے کی بجائے دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ شرما کر سر جھکا لیا تو خدیجہ بیگم بے ساختہ ہنس پڑیں۔

"اللہ تمہیں سدا خوش رکھے میری بچی، تمہارے بابا کہہ رہے تھے کہ جہاں تک کوشش کر کے وہ ہمارا ویزا لگوا دیں گے، میرا دل اب یہاں نہیں لگتا اسوہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تمہارے تایا کچھ کر کرا نہ دیں۔"

"ارے واہ بیگم صاحبہ ایک پولیس آفیسر کی ساس بن کر بھی آپ یوں ڈر رہی ہیں پھر تو بات ہی ختم ہو گئی، موت برحق ہے اور اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا آپ اللہ پہ بھروسہ رکھیں وہ انشاءاللہ ہماری مدد کرے گا سمجھیں۔" اندر داخل ہوتے احمد حسن نے خدیجہ بیگم کی آخری بات سن لی تھی جبھی مسکراتے ہوئے کہا تو اسوہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور اٹھ کر احمد حسن کے گلے میں جھول گئی۔

"بالکل امی بابا ٹھیک کہتے ہیں اور مجھے کہیں نہیں جانا یہیں رہنا ہے اور ڈاکٹر بننا ہے سمجھیں آپ۔" اسوہ نے محبت بھری دھونس سے جواب دیا۔

"یہ تو اب عباس پہ منحصر ہے کہ وہ تمہیں ڈاکٹر بناتا ہے یا ہاؤس وائف۔" خدیجہ نے اسے چھیڑا تو ایک پل کو اسوہ منہ بسور کر رہ گئی، کیونکہ وہ بھی حقیقتاً عباس کے فیصلے کی ہی منتظر تھی پھر فیصلہ جو بھی ہوتا اس نے من و عن مان لینا تھا بغیر کسی رد و کد کے اس کے انداز پہ خدیجہ بیگم اور احمد حسن دونوں ہنس پڑے تھے۔

"میں خود اپنی بچی کی سفارش کروں گا عباس

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

سے اور یقیناً وہ مان لے گا۔" احمد حسن نے اسوہ کو بازو کے گھیرے میں لے کر کہا تو اسوہ چیخ اٹھی۔

"او بابا یو آر گریٹ۔" ان کے گال پہ بوسہ دیتے وہ کھلکھلا کر ہنستی چلی گئی۔

☆☆☆

"ماہا اب اٹھ بھی جاؤ ماما بلا رہی ہیں افطار کی تیاری کرواؤ جا کر ان کے ساتھ۔" عباس نے ماہا کا کندھا ہلا کر اٹھاتے ہوئے کہا وہ ظہر کی نماز پڑھ کر سوئی تھی اور اب عصر بھی ہو چکی تھی لیکن ماہا کا اٹھنے کا کوئی موڈ نہ تھا۔

"اف ماہا تم کب بڑی ہو گی؟ گھنٹہ بھر سے کھپ رہا ہوں تمہارے ساتھ لیکن ایک تم ہو کر ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔" بالآخر عباس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔

"کیا ہے ناں بھائی، اب طعنوں پہ کیوں اتر آئے ہیں، ویسے آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ آپ کی بیگم مردوں سے شرط باندھ کر سوتی ہیں۔" ماہا اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی تو عباس جواب الٹا دیکھ کر باہر نکلنے لگا تھا اس کی بات سن کر بے ساختہ واپس پلٹا۔

"نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا، تم مذاق کر رہی ہو ناں؟" بے ساختگی میں وہ بول گیا اور اس کے اس طرح بے ربط بولنے پہ ماہا بے تحاشا ہنسے گی، عباس کو دیر تک سونے سے چڑ تھی اور خود تو وہ بمشکل چھ سات گھنٹے کی نیند لیتا تھا لیکن اس کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ باقی بھی اتنا ہی سحر خیز ہوں جتنا کہ وہ خود جبکہ ماہا کی نیند دس گھنٹے سے پہلے پوری نہیں ہوتی تھی اور اگر اب ماہا کی بات ٹھیک تھی تو اس کا مطلب تھا کہ اسوہ اس سے بھی زیادہ سوتی تھی۔

"یعنی آدھا وقت تو وہ سونے میں ہی ضائع کر دے گی۔" عباس نے ماہا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سو تو ہے، لیکن اب کیا کیا جا سکتا ہے آپ کی بیگم ہیں جیسی بھی ہیں بھگتنی تو پڑے گی چ چ ۔۔۔ ویسے میری ساری ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں۔" ماہا نے مصنوعی افسردگی سے کہا تھا لیکن عباس اس کے لہجے سے شرارت کا بھید پا چکا تھا جبھی مصنوعی خفگی سے ماہا کو گھورا۔

"ماہا ۔۔۔!" اس کے چبا چبا کر کہنے پہ ماہا نے ایک پل کو اسے جواباً گھورا اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"جلدی سے آ جاؤ، ماما ناراض ہوں گی ورنہ۔" عباس کہتا باہر کی طرف لپکا تو ماہا بھی اس کے ساتھ ہو لی۔

"کیا فائدہ بھائی آپ کی شادی کا ابھی بھی مجھے ہی کام کرنے پڑ رہے ہیں نہ رعب دکھا سکتی ہوں اور نہ ہی بھابھی سے کھانے پکوا سکتی ہوں کیونکہ وہ محترمہ بھی میری طرح کچن کی الف ب سے ناواقف ہیں۔" ماہا کے تاسف زدہ لہجے نے عباس کو مسکرانے پہ مجبور کر دیا تھا۔

"عباس، کل اگر فارغ ہو تو ہمارے ساتھ مارکیٹ چلنا اسوہ کے لئے عید کی شاپنگ کرنی ہے۔" خدیجہ بیگم بولتی ہوئی کچن سے باہر آ گئیں۔ خود بخود ہی موضوع گفتگو تبدیل ہو گیا اور عباس ان کے پاس آ بیٹھا۔

"ماما ۔۔۔ اسوہ کو بھی ساتھ لے لیں گے کیوں بھائی کیا خیال ہے؟" ماہا نے شرارتی انداز میں کہا تو عباس نے کندھے اچکائے۔

"مرضی ہے تمہاری ویسے میں گاڑی بھیج دوں گا۔"

"نہیں بھائی یہ فاؤل ہے اب تو آپ کا نکاح ہو چکا ہے اب کوئی حرج نہیں ہے۔" ماہا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ماہا ۔۔۔ بچیوں کو اس طرح کا لہجہ اور باتیں زیب نہیں دیتیں۔" زاہدہ بیگم نے ماہا کو گھورا۔

"سوری ماما؟" ماہا نے فوراً اچھے بچوں کی طرح سر جھکاتے ہوئے کہا اور کچن کی طرف بڑھ گئی، زاہدہ بیگم کی مزید ڈانٹ سننے سے بہتر تھا کہ وہ کچن میں جا کر کچھ کام ہی کر لیتی۔

☆☆☆

رمضان اپنی تمام تر رحمتیں اور برکتیں نچھاور کر کے رخصت ہونے لگا معلوم ہی نہ ہو سکا راتوں کو عبادت کرتی اسوہ کو یوں لگتا جیسا ابھی کل ہی تو پہلا روزہ تھا اور اب آج اگر شوال کا چاند نظر آ جاتا تو یہ انتیسواں روزہ ہی آخری ہوتا اس مقدس ماہ کی رخصت پہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"نجانے اگلے سال یہ پل یہ دن نصیب ہوں یا نہ۔" اپنی سوچوں میں گم وہ بیڈ پہ نیم دراز تھی جب ملازمہ نے مہمانوں کے آنے کی اطلاع دی، خدیجہ بیگم کے بار بار اصرار پہ آج عباس اور اس کی فیملی کھانے پہ مدعو تھی اور ساتھ زاہدہ بیگم اسوہ کی عیدی بھی لے کر آئی تھیں۔

دوپٹہ جماتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی اور آہستگی سے سلام کرتی وہ ماہا اور زاہدہ بیگم کے قریب چلی آئی دونوں نے باری باری گلے لگایا اور زاہدہ بیگم نے ماتھے پہ بوسہ دے کر پاس بٹھا لیا اور ایک ایک چیز محبت سے دکھانے لگیں۔

"اگر کوئی چیز تمہیں پسند نہیں آ رہی تو بلا جھجک بتا دینا ہم چینج کر لیں گے۔" محبت سے انہوں نے چیزیں سمیٹ کر شاپر میں ڈالیں۔

"ارے نہیں آنٹی سب کچھ اتنا پیارا ہے اور آپ نے اتنی محبت سے خریدا ہے نا پسند کیوں ہونے لگا۔" سادگی سے کہتی ام اسوہ، عباس حیدر کی توجہ کھینچتی چلی گئی، اس نے ایک بھرپور نظر اسے دیکھا اور پھر سے نظریں سامنے ٹی وی پہ جما دیں، احمد حسن نے اسے کمپنی دی تھی لیکن پھر کسی اور مہمان کے آ جانے پہ اٹھ کر ڈرائنگ روم میں چلے گئے تو عباس نے ٹی وی لگا لیا۔

یہ اور بات کہ اس کا دھیان بھٹک کر اسوہ کی طرف ہی جا رہا تھا، روزہ کھلنے سے چند منٹ قبل سب ٹیبل کے گرد آ موجود ہوئے اور نماز مغرب کے بعد کھانا کھائے جانے کے ساتھ ہی گرما گرم چائے سب کے لئے آ چکی تھی، اسوہ اور ماہا اپنا کپ لئے باہر لان میں آ گئیں۔

"سندس کیسی ہے ماہا اور ہادیہ آپی، وہ تو بہت ہرٹ ہوئی ہوں گی۔" ام اسوہ نے ماہا کی طرف دیکھتے سوال کیا تھا۔

"ان لوگوں نے ہمارا بائیکاٹ کر دیا ہے بقول ہادیہ آپی، اتنا عرصہ پہلے بھائی نے نکاح کر کے انہیں دھوکا دیا ہے ان کے نزدیک بھائی نے کمٹمنٹ توڑی ہے۔" ماہا نے افسردگی سے بتایا۔

"ویسے میں نے کبھی نہیں چاہا تھا کہ یوں ان کے درمیان آؤں گی مگر حالات ہی ایسے ہو گئے کہ مجھے ہادیہ آپی پہ بہت افسوس ہوتا ہے ویسے تمہارے بھائی کو بھی وہ پسند تھیں ناں، ایسے نہیں میرا ساتھ، سنو ماہا ۔۔۔ اگر وہ ۔۔۔ بھی ہادیہ آپی کو پسند کرتے ہیں تو بے شک ان سے شادی کر لیں میں ان کی خوشی کے لئے راضی ہو جاؤں گی، بس مجھے بھی مت چھوڑیں۔" چائے کا کپ میز پہ رکھے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسائے ام اسوہ نے اٹک اٹک کر کہا تھا۔

"پاگل ہو تم جو یوں ان کے لئے پریشان

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ہوئی تھیں انہوں نے تو اپنے خالہ زاد سے پہلے ہی منگنی کر لی اور اب عید کے بعد ان کی شادی بھی ہے اور مجھے نہیں لگتا کہ عباس بھائی کی کوئی جذباتی وابستگی تھی ان کے ساتھ وہ تو ماں کے کہنے پر راضی ہوئے تھے ہادیہ آپی سے منگنی کے لئے۔" ماہا نے اصل بات بتاتے اس کے دل کا بوجھ ہلکا کیا۔

"ماہا تمہیں ماما اندر بلا رہی ہیں۔" عباس حیدر جو کچھ دیر پہلے ہی باہر آیا تھا اس نے ماہا سے کہا تو وہ اٹھ کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"میں اسی لئے خود سے اتنی چھوٹی عمر کی لڑکی سے شادی کرنا پسند کرتا تھا یعنی کہ حد ہے بے وقوفی کی خود سے ہی اپنے اوپر سوکن لا بٹھانے کی بات کرنا۔" خفگی سے بھرپور لہجے میں عباس نے کہنے کے ساتھ ام اسوہ کو گھورا تھا اور ام اسوہ ہق دق اسے دیکھے گی، عباس اس کی باتیں سن لے گا ایسا تو اس نے نہیں سوچا تھا۔

"وہ میں ..... میں تو اس لئے کہہ رہی تھی کہ آپ کو ہادیہ آپی، پسند تھیں بہت ....." اسوہ نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

"پسند تو مجھے پاشا باسو اور پاسیلا ایڈرسن بھی بہت ہیں اب لگے ہاتھوں ان دونوں سے بھی شادی کی اجازت دے ہی دو تاکہ ایک ساتھ چار اکٹھی کرلوں۔" عباس نے سنجیدگی سے کہا تو ام اسوہ نا چاہتے ہوئے بھی اسے دیکھے گی۔

"اب یوں کیوں گھور رہی ہو سچ تو کہہ رہا ہوں، جب ہم خود ہی اپنی جگہ چھوڑ دیتے ہیں تو دوسرا ہمارے حق کے لئے کیوں آواز بلند کرنے لگا پاگل، خود کو مضبوط بناؤ آخر کو اب ایس پی کی مسز ہو تم۔" بات کے اختتام پہ عباس نے شرارتی انداز میں کہا تو اسوہ نے شرماتے ہوئے سر جھکا لیا۔

"مجھے یہ نہیں پتا کہ اسوہ کہ مجھے تم سے پہلی نظر کی یا خود والی محبت ہو گئی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نکاح کے بعد سے تمہارے لئے اپنے دل میں نرم جذبات رکھنے لگا ہوں، ہادیہ سے منگنی امی کی خواہش تھی اور مجھے بھی اس میں کوئی برائی نظر نہیں آئی تھی وہ پڑھی لکھی تھی، میچور تھی اور سب سے بڑھ کر باکردار تھی اور ایک مرد کو یہی خوبیاں اپنی بیوی میں چاہیے ہوتی ہیں، اگر آج حالات اس رخ تک نہ پہنچے ہوتے تو یقیناً ہادیہ کے ساتھ ایک اچھی زندگی گزارتا لیکن نکاح کے بندھن نے میرے اور تمہارے دلوں کو ایک ساتھ دھڑکنا سکھا دیا ہے، باوجود اس کے کہ ہمارے درمیان عمروں کا بہت فرق ہے لیکن پھر بھی میں اسے انداز کرنے کو تیار ہوں کیونکہ اب مجھے تم اچھی لگنے لگی ہو لیکن اگر تمہیں کوئی اعتراض ہے تو..." عباس کی بات ابھی ادھوری ہی تھی جب اسوہ ایک دم اسے ٹوک گئی۔

"نہیں تو ....." اس کی بے ساختگی جہاں اسے ایک دم سے چپ کروا گیا تھا وہیں عباس کو مسکرانے پہ مجبور کر دیا تھا۔

"جانتا تو میں تھا، لیکن تمہارے منہ سے سن کر اچھا لگا مجھے جو لڑکی میرے پاؤں کی آہٹ پہچان کر دروازہ کھول دیتی تھی وہ یقیناً اپنے دل میں میرے لئے خوبصورت خیالات ہی رکھتی ہو گی کیوں سچ کہہ رہا ہوں نا میں۔" شرارتی انداز میں عباس نے پوچھا تو اسوہ مسکرا کر رخ موڑ گئی۔

"ویسے میرا خیال ہے کہ تم ابھی ذہنی طور پر کافی امیچور ہو اس لئے تمہیں میڈیکل پڑھنی چاہیے تاکہ میں بھی اپنی میچور بیوی کے خواب پورا کر سکوں۔" عباس نے اسے بھرپور نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہیں جی۔" ام اسوہ اچھل ہی تو پڑی تھی۔

اس نے کب عباس تک اس کی خواہش پہنچائی تھی وہ اس بات سے بے خبر تھی۔

"ہوں بالکل سچ میں خود بھی دو سال کی ٹریننگ کے لئے نامزد کر لیا گیا ہوں تو ایسے میں جب میں اگلے دو سال چائنہ میں گزارنے والا ہوں تو تم فارغ بیٹھ کر بجائے اس کے یہ سوچو کہ شاید میں کسی چائنیز حسینہ کا اسیر ہو گیا ہوں اور تمہیں اس کو بطور سوکن قبول کرنے میں کوئی قباحت نہیں اس سے بہتر ہے کہ تم میڈیکل کی موٹی موٹی کتابیں پڑھو اور میرے ساتھ مستقبل گزارنے کے خوب صورت اور سہانے خواب دیکھو۔" عباس نے سر ہلاتے پھر سے آخر میں اسوہ کو چھیڑا تھا۔

"اسوہ عباس بھائی چاند نظر آ گیا ہے کل عید ہوگی۔" ماہا دور سے ہی چلاتی ہوئی آئی تھی، اسوہ اور عباس نے ایک پل اسے دیکھا اور پھر ایک دوسرے کو دیکھتے "عید مبارک" کہا تھا۔ دونوں اپنے ایک ساتھ بولنے پہ خود ہی ہنس پڑے تھے اور ماہا عباس کے گلے میں جھولتی جوش و خروش سے اسے مہندی لگوانے کے لئے لے جانے پہ اصرار کرنے لگی تھی۔

"اچھا بابا چلو تم لوگوں کو مہندی لگوا لاؤں۔" عباس نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا تو ماہا اندر بھاگ گئی تھی۔

"اور مجھے چوڑیاں بھی چاہیے آپ کی پسند سے۔" اسوہ نے دھیمے لہجے میں فرمائش کی تو عباس جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک جیولری باکس نکالا اور اسوہ کے سامنے کر دیا۔

"یہ کیا ....؟" اسوہ کے کہنے پہ عباس نے ڈبہ کھول کر ایک خوبصورت بریسلٹ نکالا اور ہاتھ بڑھا کر اسوہ کی کلائی میں پہنا دیا۔

"تمہارے لئے نکاح کے تحفے کے طور پر لیا ہے اس وقت تو ایمرجنسی میں مجھے نہیں پتا تھا۔" اس کے ہاتھ کو ہونٹوں تک لے جاتے اس نے دھیمے سے کہا تھا اور اس کے لمس نے اسوہ کو کانوں کی لو تک سرخ کر دیا تھا عباس یک ٹک اس کے سلونے روپ کو دیکھے گیا جب اسوہ نے جھجکتے ہاتھ چھڑوا لیا۔

"بھائی صرف مہندی نہیں چوڑیاں بھی چاہیں آپ کی بیگم کو بہت پسند ہیں۔" ماہا جیسے بھاگتے ہوئے گئی تھی اسی طرح سے واپس آ گئی۔

"نہیں اب صرف ماہا چوڑیاں لے گی مجھے نہیں چاہیں۔" اسوہ نے اپنا بریسلٹ والا ہاتھ ماہا کے سامنے کرتے ہوئے کہا تو ماہا فوراً بریسلٹ تھام کر دیکھنے لگی۔

"واہ بھائی آپ تو چھپے رستم نکلے بہت پیارا ہے، بالکل آپ دونوں کی طرح۔" ماہا نے خلوص دل سے کہتے اسوہ کو گلے لگایا، تو اسوہ بھی تھینکس کہتی اس کے ساتھ لپٹ گئی، خوشیوں نے اس کے گھر کا رستہ دیکھ لیا تھا، محبت دھنک رنگ اوڑھ کر اس کے چار سو پھیل گئی تھی اور وہ پورے دل سے اپنے رب کا شکر ادا کرتی گاڑی کی طرف بڑھ گئی کہ اب اس کی خوشیوں کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔